ومیوپیتھی کی پہلی کتاب

ہومیوپیتھک

ڈاکٹر عابد حسین

ناشران

کینٹ ہومیوپیتھک سٹورز و ہسپتال

ہومیوپیتھک بلڈنگ۔ بلاک نمبر ۷۔ سرگودھا

۷۸۶

ہومیوپیتھی کی پہلی کتاب

مصنفہ

ہومیوپیتھک ڈاکٹر عابد حسین

کے متعلق پاکستان کے ماہرینِ فن کی قیمتی آراء

"ہومیوپیتھی کی پہلی کتاب" کا چھٹا ایڈیشن پیشِ خدمت ہے

اظہارِ تشکر ہم قادرِ مطلق کے شکر گزار ہیں کہ جس نے ہماری محنت کو ٹھکانے لگایا۔ اس انتہائی مختصر ہومیوپیتھک انسائیکلوپیڈیا نے ہومیوپیتھی کی تبلیغ اور نشر و اشاعت میں جو کام کیا ہے اس کا صرف اتنا ہی ثبوت کافی ہے کہ بعض احباب نے اس کا نام "ہومیوپیتھک مبلغ" تجویز کیا ہے۔ دعا ہے کہ خداوند کریم ہمیں مزید توفیق عطا فرمائے کہ ہم زیادہ سے زیادہ ہومیوپیتھی کی خدمت کر سکیں آمین

ناشران **کینٹ ہومیوپیتھک اسٹورز اینڈ ہسپتال**

ہومیوپیتھک بلڈنگ بلاک ۲ سرگودھا (مغربی پاکستان)

قیمت: -/۱۲۵ روپے

عالی جناب ہومیو پیتھک ڈاکٹر محمد مسعود صاحب صدر سوسائٹی آف ہومیو پیتھس

مالک و مدیر اعلیٰ پندرہ روزہ "ہومیو پیتھک میگزین" مالک ہومیو پیتھک اسٹورز اینڈ ہسپتال ۳۰ علامہ اقبال روڈ، لاہور

ہومیو پیتھک ڈاکٹر عابد حسین صاحب نے حال ہی میں ہومیو پیتھی کی پہلی کتاب لکھی ہے۔ آپ اس سے پہلے دو کتابیں "کمپلیٹ ہومیو پیتھک گائیڈ" اور "کمپلیٹ ہومیو پیتھک پاکٹ میٹیریا میڈیکا" بھی لکھ چکے ہیں جو ہر طرح مقبول ثابت ہوئی ہیں کتاب کے دیباچہ میں ان نابینا مقلدوں کو ہدایت کی گئی ہے جو پرانے خیالات اور طور طریقوں سے چمٹے رہتے ہیں اور آج کی دنیا کے ترقی علوم کے نئے دور کو محض ایک نیا راستہ سمجھتے ہیں اور اسے شک و شبہ کی نظر سے دیکھتے ہیں۔

دیباچہ کے بعد موجد ہومیو پیتھی ڈاکٹر ہانمن کی سوانح حیات ایسے حسین پیرایہ میں دی گئی ہے کہ پڑھنے والا اگر ہانمن ہی کی زندگی کی صحیح پیروی کرنے لگے تو ہومیو پیتھس کی موجودہ خلفشار ایک دوسرے پر بداعتقادی اور بے صبری میں ناحق الزام تراشی آج ہی ختم ہو جائے اور دین و دنیا دونوں ہی سنور جائیں۔

تیسرے باب میں ماضی و حاضر کے نامور ہومیو پیتھس۔ ہسپتالوں اور خیراتی شفاخانوں کا ذکر ہے۔ اسے پڑھ کر محسوس ہوتا ہے کہ ہمارا ماضی کتنا شاندار تھا لیکن اب حال اتنا اچھا نہیں۔

چوتھے باب کا عنوان ہے "علاج بالمثل کیا ہے"۔ یہ باب درحقیقت ارگینن

کی پہلی دس دفعات کا لُبِ لباب ہے جس میں بڑے ہی عام فہم طریق پر قوتِ حیات، مرض اور ازالۂ مرض کی تشریح کی گئی ہے۔

پانچویں باب میں علاج بالضد کی لن ترانیوں اور زیاں کاریوں کا ذکر ہے اس موازنہ کے مطالعہ سے ہومیوپیتھس میں اپنے علاج کی برتری کا احساس ہونے لگتا ہے۔

چھٹے باب میں مضمون کو سوال و جواب کی صورت دے کر مصنف نے ہومیوپیتھک اصول کو سمجھانے اور عام اعتراضات کے رد کرنے کی بہترین کوشش کی ہے اور وہ اس کوشش میں بڑی حد تک کامیاب بھی رہا ہے۔

کتاب میں دوا سازی کا ذکر بھی ہے۔ ان ذکر کردہ مبادیات اور ہدایات کا جاننا ہر معالج کے لئے از بس ضروری ہے۔

ساتواں باب مریض کے امتحان اور کیس ریکارڈنگ کے متعلق ہے اور آخری باب میں چند ہومیوپیتھک ادویہ کی ممتاز علامات کا مختصر تذکرہ ہے۔

القصہ اس انتہائی مختصر ہومیوپیتھک انسائیکلوپیڈیا میں ہر طالب علم اور معالج کے لئے جاننے اور سمجھنے کے لئے مفید نکات موجود ہیں اور میری رائے ہے کہ اگر اسی نوع کی ضخیم کتابیں اور بھی لکھی جائیں تو اردو میں اچھی کتابوں کی کمی جو آج کل بُری طرح محسوس کی جا رہی ہے پوری ہو سکتی ہے۔

مصنف اس کتاب پر ہر طرح مبارک باد کے لائق ہے۔

ـــ ؞ ـــ

عالی جناب ہومیوپیتھک ڈاکٹر ایم۔ اے سعید صاحب

مالک و مدیر اعلیٰ ماہنامہ ہومیوپیتھک آؤٹ لک

فزیشن انچارج و مالک اور جنرل ہومیوپیتھک سٹورز اینڈ ہسپتال و نکلسن روڈ لاہور

ہومیوپیتھک ڈاکٹر عابد حسین صاحب تعارف کے محتاج نہیں ہیں۔ ان کی تصنیف کردہ کتب یعنی کینیٹ ہومیوپیتھک گائیڈ اور کینیٹ ہومیوپیتھک پاکٹ میٹریا میڈیکا ہومیوپیتھک حلقوں سے خراجِ تحسین وصول کر چکی ہیں۔ زیرِ نظر کتاب جیسا کہ اس کے نام سے ظاہر ہے۔ خاص طور پر مبتدی حضرات کے لئے لکھی گئی ہے۔ اس میں وہ تمام ضروری امور درج ہیں۔ جن پر فن ہومیوپیتھی کا دار و مدار ہے۔ کتاب کو مفید، سہل اور عام فہم بنانے میں مصنف نے کافی کوشش کی ہے۔ اس نوع کی کتابیں بہت کم پائی جاتی ہیں۔ میری رائے میں "ہومیوپیتھی کی پہلی کتاب" ان سب سے بازی لے گئی ہے۔ اس کا مطالعہ ہر مبتدی کے لئے دوسری دقیق اور ضخیم کتابیں پڑھنے سے پہلے ضروری ہے۔

مجھے امید ہے کہ زیرِ نظر کتاب کو بھی مصنف کی دوسری کتابوں کی طرح قبولیت عامہ کا شرف حاصل ہوگا۔

سعید

عالی جناب ہومیو پیتھک ڈاکٹر محمد نذیر حبیب رضا مسلم مالک سنٹرل ہومیو پیتھک ہسپتال رحیم یار خان

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

آج اکناف عالم میں ایلو پیتھک طریق علاج اپنے شامیانے گاڑے فتح کے پھریرے لہرا رہا ہے۔ اس انسانیت کش طریق علاج کی طنابیں ڈھیلی کرنے کے لئے نہایت ضروری ہے کہ ایک طرف تو ہومیو پیتھک فلسفہ اور طریق علاج کو آسان زبان میں پبلک کے سامنے پیش کیا جائے اور دوسری طرف ایلو پیتھک فلسفہ اور طریق علاج پر کڑی تنقید کی جائے اور دنیا کو اس کے مہلک اثرات سے باخبر کیا جائے۔ انہی دو باتوں کو سامنے رکھتے ہوئے ہومیو پیتھک ڈاکٹر عابد حسین صاحب نے "ہومیو پیتھی کی پہلی کتاب" مرتب کی ہے اور بلاشبہ مؤلف اپنی اس سعی میں کماحقہٗ کامیاب رہا ہے۔

کتاب مرتب کرنے میں مؤلف نے جس حسن ترتیب کا اہتمام کیا ہے وہ قابل داد ہے۔ اس کتاب میں ہومیو پیتھی کے اوّلین معمار کا مکمل تعارف بھی ہے اور دنیا میں ہومیو پیتھک طریق علاج کی ترویج و اشاعت اور ترقی کی داستان بھی ہے۔ اس کے علاوہ ہومیو پیتھک فلسفہ اور طریق علاج کو نہایت دلنشین اور آسان پیرایہ میں پیش کیا ہے اور ایلو پیتھک فلسفہ اور طریق علاج کی دھجیاں اڑا دی ہیں۔ سوال و جواب کے پیرایہ میں ہومیو پیتھک علاج پر وارد ہونے والے اعتراضات کے مسکت جوابات دیئے ہیں۔ غرضیکہ کتاب کیا ہے۔ گلہائے رنگارنگ کا ایک مجموعہ ہے اور

اس کی ایک ایک سطر مؤلفت کی محنت اور قابلیت کا زندہ ثبوت ہے۔ کتابت اور طباعت اور جلد بندی مؤلفت کی نفاست طبع کی ضامن ہے۔

—۔۔—

عالی جناب ہومیوپیتھک ڈاکٹر سید مقصود زاہدی صاحب بی۔ اے ملتان (پاکستان)

کتاب کے نام نے اسے خواہ مخواہ درسی حیثیت بخش دی، وگرنہ یہ کتاب ان شائقین ہومیوپیتھی کے لئے بھی یکساں دلچسپی کا باعث ہوگی جو اس فن اور اس کے فلسفے کو سمجھنا چاہتے ہیں۔

آپ نے اپنی اس موجودہ تصنیف میں بہت سی مفید ہومیوپیتھک کتابوں کا لب لباب نہایت مختصر لیکن عام فہم انداز میں جمع کر دیا ہے۔ ہومیوپیتھی کے طالب علموں اور عام شائقین کے لئے یہ کتاب نہایت بصیرت افروز اور مفید ثابت ہوگی اور وہ حضرات بھی جو ہومیوپیتھی کو اپنے تعصب، ناواقفیت یا کور ذوقی کے باعث بالکل نہیں جانتے۔ اس کتاب کے مطالعہ سے ضرور چونکیں گے اور ہو سکتا ہے کہ ایسے لوگوں میں سے بہت سوں کی آنکھیں کھل جائیں۔ ان کی تعصب کی پٹی اتر جائے اور وہ ہومیوپیتھی کے مربی بن جائیں۔

آپ نے مختلف ابواب میں اس فن کے متعلق وہ تمام نظری اور عملی معلومات مختصر طور پر اکٹھی کر دی ہیں جو لوگ جاننا چاہتے ہیں۔ ہومیوپیتھک معالج کی عدم موجودگی میں بھی اس کتاب کی امداد سے روزمرہ کی عام فہم بیماریوں میں عام

ذہین مرد یا عورت اپنے کنبے کے مریضوں کو کافی امداد پہنچا سکتے ہیں بسا اوقات اس کتاب کے مطالعے کی مدد سے چند خوراکوں ہی میں مرض کا کلی ازالہ ہو جائے گا اور یوں بہت سی سر دردی سے لوگوں کو نجات مل جائے گی۔

خدا آپ کو ہومیوپیتھی کی بیش از بیش خدمت کرنے کا موقع اور سہولتیں عطا فرمائے۔ کاش آپ کی دوسری تصانیف اسی طرح منظرِ عام پر آتی رہیں اور لوگوں کی چشم کشائی کرتی رہیں۔

میں نے آپ کی دیگر تصانیف کے بارے میں سنا تو تھا لیکن نظر سے آج تک کوئی بھی نہ گذری تھی۔ اس کتاب کے مطالعے سے مجھ پر یہ حقیقت واضح ہو گئی کہ آپ کو تصنیف و تالیف کا پورا پورا استحقاق ہے۔ قدرت نے آپ کو اپنے علم کے اظہار کی جو قوت عطا فرمائی ہے۔ اس کا استعمال ہومیوپیتھک فن اور طالبانِ علم کے لئے از حد ضروری ہے۔

ہے ہٰذا

عالی جناب ہومیوپیتھک ڈاکٹر غضنفر علی صاحب گذن راولپنڈی

میں نے "ہومیوپیتھی کی پہلی کتاب" مصنفہ ہومیوپیتھک ڈاکٹر عابد حسین صاحب شروع سے آخیر تک بڑے غور سے پڑھی۔ اس سے پیشتر بھی ہومیوپیتھی پر شائع شدہ کئی ایک مختصر ابتدائی کتب پڑھنے کا موقعہ ملا ہے۔ مگر میں بوثوق

سے کہہ سکتا ہوں کہ اتنی مختصر، جامع اور آسان فہم کتاب میری نظر سے نہیں گزری۔

ڈاکٹر صاحب موصوف کا طرزِ بیان اس قدر دلکش ہے کہ یہ کتاب شروع کر لینے کے بعد بغیر ختم کئے چھوڑنے کو جی نہیں چاہتا۔ میرے خیال میں یہ کتاب جہاں عوام پر ہومیوپیتھک طریقہ علاج کی فضیلتیں ظاہر کرتی ہے وہاں ہومیوپیتھک سائنس سے شغف رکھنے والوں کے لئے مشعلِ راہ کا کام بھی دیتی ہے۔ اگر ہومیوپیتھی پر ایسی مفید کتابیں اتنی آسان اور سادہ زبان میں آج سے بیس پچیس برس پہلے شائع ہو جاتیں تو آج خداداد مملکتِ پاکستان میں اس فن سے تعصب رکھنے والا کوئی متنفس نظر نہ آتا۔

عالی جناب ہومیوپیتھک ڈاکٹر حافظ محمد شفیع صاحب ایم، اے'

سیکرٹری جنرل پاکستان ہومیوپیتھک ایسوسی ایشن لاہور

ہومیوپیتھک ڈاکٹر عابد حسین صاحب نے تصنیف و تالیف کا جو قابلِ قدر سلسلہ شروع کیا ہے وہ لائقِ صد تحسین ہے۔ اس سلسلہ کی تیسری کتاب موسومہ "ہومیوپیتھی کی پہلی کتاب" کو میں نے بغور پڑھا ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ یہ کتاب مصنف کی محنت اور قابلیت کی منہ بولتی تصویر ہے اور مبتدی حضرات کے لئے سنگِ میل کی حیثیت رکھتی ہے۔ میں ڈاکٹر صاحب موصوف کی علمی و ادبی صلاحیتوں سے بخوبی واقف ہوں۔ اسی لئے میں نے ان کی پہلی تصنیف "کینٹ ہومیوپیتھک گائیڈ" پر تبصرہ کرتے ہوئے

اپنی دلی خواہش کا اظہار اس مصرعہ سے کیا تھا کہ ؎

اللہ کرے زورِ قلم اور زیادہ

آج مجھے دلی خوشی ہے کہ ڈاکٹر عابد حسین صاحب نے میری اس دلی خواہش کو کما حقہٗ پورا کیا اور سلسلۂ تصنیف و تالیف کو جاری رکھا۔ خدا کرے یہ "ہومیوپیتھی کی پہلی کتاب" ہومیوپیتھی کی پہلی پوٹنسی کی طرح ایک لامتناہی سلسلہ کی پہلی کڑی ثابت ہو۔

عالی جناب ہومیوپیتھک ڈاکٹر محمد صلاح الدین صاحب (ڈاکٹر ڈین صاحب)

صدر ہومیوپیتھس فیڈریشن پاکستان۔ راولپنڈی (پاکستان)

؎ ایں کار از تو آید و مرداں چنیں کنند

آپ نے ہومیوپیتھی کی پہلی کتاب کو اس انداز سے پیش کر کے ہندی حضرات اور دلدادگانِ ہومیوپیتھی کی مشکل حل کر دی ہے اتنے دور افتادہ علاقہ سے اتنی ٹیپ اپ خوبصورت اور دیدہ زیب کتاب کا شائع ہونا حیران کن ہے۔ دعا ہے پروردگار آپ کو فنِ عزیز کی صحیح خدمت کے اور مواقع بھی نصیب کرے۔ آمین۔

اس کامیابی پر مبارکباد قبول فرمایئے۔ کئی دوستوں کو یہ کتاب دکھائی ہے۔ ؎

اللہ کرے زورِ قلم اور زیادہ

کاغذ، چھپائی، لکھائی، جلد سازی سب معیاری ہے۔

عالی جناب ہومیوپیتھک ڈاکٹر سردار محمد صاحب

جہلم (پاکستان)

آپ کی تصنیف "ہومیوپیتھی کی پہلی کتاب" کا بغور مطالعہ کیا گیا۔ اس کتاب میں فن کی ابتدائی ضروریات کو جس خوش اسلوبی سے بیان کیا گیا ہے اس کی مثال بہ خود ہے یہ کتاب نہ صرف ابتدائی مقاصد کو ہی پورا کرتی ہے بلکہ خاندانی معالجہ کے لئے بھی بے حد مفید ہے۔

آپ کی محنت قابلِ تحسین ہے۔ مجھے یقین کامل ہے کہ اگر آپ نے یہ مساعی جاری رکھی تو وہ دن دُور نہیں جب کہ ہومیوپیتھی ہمارے ملک میں پورے عروج پر ہوگی۔

عالی جناب ہومیوپیتھک ڈاکٹر اے، کے سوری صاحب پشاور شہر

میں نے "ہومیوپیتھی کی پہلی کتاب" کا بغور مطالعہ کیا ہے اور دل چاہتا ہے کہ اسے دن میں ایک مرتبہ روز پڑھا کروں۔ کیوں کہ آپ نے کمال محنت سے سمندر کو کوزہ میں بند کیا ہے کہ وقت ضائع نہیں ہوتا۔ اور ہومیوپیتھک سائنس اور عام سوالات

کا جواب وضاحت سے بیان کیا ہے۔

آپ واقعی ہومیوپیتھی کے خادم کہلانے کے حق دار ہیں۔ میری دانست میں ہر ہومیوپیتھ اور ہومیوپیتھک سائنس سے دلچسپی رکھنے والوں کے لئے یہ کتاب مشعلِ راہ ہوگی۔ آپ کی اس کوشش بلیغ پر احقر تہِ دل سے مبارکباد دیتا ہے۔

تبصرہ روزنامہ "زمیندار" لاہور مورخہ ۱۴-۱-۵۸

ہومیوپیتھی طریقۂ علاج کی روز افزوں مقبولیت اور خواص و عوام میں اس کے بڑھتے ہوئے رجحان کے پیشِ نظر ہومیوپیتھک ڈاکٹر عابد حسین نے "ہومیوپیتھی کی پہلی کتاب" قلمبند فرما کر اس فن کے طلباء اور شائقین پر غیر معمولی احسان کیا ہے کتاب ہٰذا کے مطالعہ سے انکشاف ہوا ہے کہ ڈاکٹر صاحب کی یہ بے مثل تالیف ایک مبتدی سے لے کر کسی بڑے سے بڑے ہومیوپیتھ تک کے لئے بھی یقیناً مفید اور کار آمد ثابت ہو سکتی ہے۔

منجملہ دیگر خوبیوں کے سب سے نمایاں قابلِ تعریف خوبی اس کتاب کی یہ ہے کہ فاضل اور بالغ نظر مؤلف نے ہومیوپیتھی طریقۂ علاج سے متعلق تمام اصول و قواعد ایسے شستہ اور آسان پیرایہ میں تحریر فرمائے ہیں جن کی روشنی میں ادق سے ادق اور پیچیدہ سے پیچیدہ مسائل خود بخود حل ہوتے چلے جاتے ہیں اور بوقتِ مطالعہ ذہن پر ہلکا سا بار بھی محسوس نہیں ہوتا۔

المختصر یہ جامع الصفات تالیف علاجِ بالمثل (ہومیوپیتھی) کے قدردانوں کے لئے نادر الوجود اور بیش قیمت تحفہ ہے۔ ہم قارئینِ "زمیندار" سے اس کی خریداری کی پُرزور سفارش کرتے ہیں۔

ـــــ ۞ ـــــ

○

تاریخی مادہ

از

عالی جناب سیّد ابُوالظفر نازشؔ رضوی صاحب،

چیف ایڈیٹر "زمیندار" لاہور

"علاجِ بے مثل پر یہ کتابچہ بے مثال ہے"

○

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

ہومیوپیتھی کی پہلی کتاب

ساتواں ایڈیشن

مصنفہ

ہومیوپیتھک ڈاکٹر عابد حسین

مصنف :- کینٹ ہومیوپیتھک گائیڈ، کینٹ ہومیوپیتھک پاکٹ میٹیریا میڈیکا
ہومیوپیتھی کے راز، تعلقات الادویہ (انگلش) وغیرہ

پبلشرز

کینٹ ہومیوپیتھک اسٹورز اینڈ ہسپتال
ہومیوپیتھک بلڈنگ بلاک ۱۹ سرگودھا

قیمت مجلد ۱۵ روپے

ہومیوپیتھی ایک ایسا آرٹ ہے جو زندگی میں صحت اور حسن کا رنگ بھرتا ہے

ہومیوپیتھی ایک نیکی ہے اور اس کا پھیلانا باعث برکت ہے

پاکستان کے مسئلہ صحت کا واحد حل ہومیوپیتھی ہے۔

ناشر و پبلشر :- ہومیوپیتھک ڈاکٹر کاظم حسین جعفری

طابع :- نامی پریس پیسہ اخبار لاہور

کتابت :- مسکین شیرازی

بار اوّل ———— ۱۹۵۷ء

بار دوم ———— ۱۹۵۹ء

بار سوم ———— ۱۹۶۲ء

بار چہارم ———— ۱۹۶۸ء

بار پنجم ———— ۱۹۷۵ء

بار ششم ———— ۱۹۷۸ء

بار ہفتم ———— ۱۹۸۰

حقیقی اور نرم طور پر شفا ہومیوپیتھی طریقہ پر ہوتی ہے جیسا کہ ہم نے تجربے اور استدلال سے معلوم کیا ہے۔ یہی صحیح طریقہ ہے جس سے فوری اثر، یقینی اور مستقل شفا حاصل کی جاتی ہے اور یہی قانون شفا قدرت کے دائمی اور غیر متغیر قانون کی بنیادوں پر قائم ہے۔ خالص ہومیوپیتھی قانون شفا ہی ایک صحیح طریقہ ہے جو انسان کے لئے فنی طور پر ممکن ہے۔ یہی شفا کا سیدھا راستہ ہے ایسا سیدھا جیسا کہ دو نقطوں کے درمیان ایک ہی سیدھا خط ہوتا ہے۔

(آرگنن اعظم دفعہ ۵۳)

رُوح اور جسم

"یہ مادی جسم بغیر قوتِ حیات کے نہ تو کوئی احساس کر سکتا ہے نہ کوئی حرکت کر سکتا ہے اور نہ ہی اپنا بچاؤ کر سکتا ہے۔ اس مادی جسم کے تمام احساسات اور زندگی کے تمام افعال جو اس سے سرزد ہوتے ہیں، صرف اور صرف اس غیر مادی قوتِ حیات کی وجہ سے ہوتے ہیں۔ اور یہی قوتِ حیات اس مادی جسم کو صحت اور بیماری دونوں حالتوں میں زندہ رکھتی ہے۔ جب ایک انسان بیمار ہوتا ہے تو یہ صرف اس کے تمام جسم میں بسنے والی اور خود مختار قوتِ حیات ہی ہے جو سب سے پہلے مرکزِ صحت سے گر جاتی ہے اور پھر یہی قوتِ حیات ہی ادویات کے غیر مادی اثر کے واسطہ سے واپس صحت کی حالت اختیار کرتی ہے۔"

ہانمن اعظم

آرگینن دفعہ ۱۰، ۱۱، ۱۶

فہرست مضامین

عنوان	°

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

دیباچہ

(طبع ششم)

"ہومیو پیتھی کی پہلی کتاب" کا چھٹا ایڈیشن پیش خدمت ہے۔

اس مختصر "ہومیو پیتھک انسائیکلو پیڈیا" نے ہومیو پیتھک لٹریچر میں جو اپنا اہم مقام حاصل کیا ہے اس کے پیش نظر اساتذہ فن نے اسے "ہومیو پیتھک مبلغ" کے نام سے نوازا ہے۔ یہ سب اللہ تعالیٰ کا فضل و کرم ہے ورنہ من آنم کہ من دانم

موجودہ دور میں کتاب کا چھپوانا ایک دشوار امر ہے مگر شائقینِ ہومیو پیتھی کے جذبۂ شوق کے پیشِ نظر ہم نے اس انتہائی گرانی کے باوجود اپنے فرض کو نبھایا ہے اور امید کرتے ہیں کہ شائقینِ ہومیو پیتھی بھی اپنے جذبۂ شوق کو سلامت رکھیں گے اور حسبِ سابق اس "ہومیو پیتھک مبلغ" کو نئے ہاتھوں تک پہنچانے میں تعاون فرمائیں گے۔

دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ ہمیں اور آپ کو زیادہ سے زیادہ فنِ ہومیو پیتھی کی خدمت کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

ناشر

ہومیو پیتھک ڈاکٹر عابد حسین

جنوری ۱۹۷۸ء

بسم اللہ الرحمٰن الرحیمؕ

دیباچہ

(طبع اوّل)

ہانمن اعظم اگر آج کے ایٹمی دور میں پیدا ہوتے اور ہومیوپیتھی کے چہرہ سے نقاب کشائی فرماتے تو دنیا انہیں ہاتھوں ہاتھ لیتی اور ان کے ارشادات کو سر آنکھوں پر رکھتی لیکن خالق کائنات ہی بہتر جانتا ہے کہ کیوں انہیں کم از کم ۲۰۰ سال قبل از وقت پیدا کیا گیا جب کہ دنیا کی عقلیں ہومیوپیتھی کے قبول کرنے کے لئے ابھی بالغ نہیں ہوئی تھیں اور آج بھی مخالفین ہومیوپیتھی کے غلط پروپیگنڈا کے نتیجہ کے طور پر بہت سی بالغ عقلیں ہومیوپیتھی کو شک و شبہ کی نگاہ سے دیکھتی ہیں۔ ان بالغ عقول کا سو فیصدی قصور نہیں ہے کیوں کہ پرانی ڈگر کو ترک کرنے سے پہلے نئی ڈگر کے متعلق پوری طرح سے اطمینان ہونا لازمی ہے اور ہم ان کا یہ حق بہر صورت تسلیم کرتے ہیں۔ لیکن اس حق کو چھوٹی موٹی بناکر رکھنا اور " نئے راستہ " پر صرف اس لئے نگاہ نہ ڈالنا کہ یہ " نیا راستہ " ہے کسی صورت عقلمندی کا تقاضا نہیں۔ اگر ہم پرانے خیالات اور پرانے طور طریقوں سے چمٹے رہتے تو جو آج دنیا میں ترقی علوم کا نیا دور دیکھتے ہیں کبھی بھی وجود میں نہ آسکتا۔

ہر کام کے کرنے کے مختلف طریقے ہو سکتے ہیں لیکن ہر طریقہ ضروری نہیں کہ درست

اور کامیاب ہو۔ پرانی طب (جس میں ایلوپیتھی اور یونانی شامل ہیں)۔ بالضد کے راستہ پر چلتی رہی اور آج تک اسی راستہ پر گامزن ہے۔ پرانی طب کی کارکردگی آپ کی دیکھی بھالی ہے۔ اور اس کے نتائج آپ کی قسمت بنتے رہتے ہیں۔ ہم آپ کی عقل سلیم کے سامنے "بالمثل" کا راستہ پیش کرتے ہیں تاکہ آپ اس سے اندازہ لگا سکیں کہ آپ کی قسمت پر واقعی "بالضد" کی مہر لگ چکی ہے یا آپ اپنی بگڑی کو کسی اور طریقہ سے سنوار بھی سکتے ہیں۔ ؎

اٹھو صنم کدہ والو تلاش لازم ہے
ادھر ہی لوٹ پڑیں گے اگر خدا نہ ملا

ناچیز
ہومیوپیتھک ڈاکٹر عابد حسین
۱۰ مئی ۱۹۵۷ء

ہومیوپیتھی کا پہلا دریافت کنندہ

ہومیوپیتھک اصولِ علاج کے سب سے پہلے دریافت کرنے والے طب کے باپ جناب بقراط تھے جو ۴۶۰؁ قبل مسیح جزیرہ قاس میں پیدا ہوئے۔ آپ ملک یونان کے نہایت نامور اور جلیل القدر طبیب تھے۔ ان سے پہلے علمِ طب سینہ بہ سینہ چلتا تھا۔ لیکن آپ نے بنی نوع انسان کے فائدہ کی خاطر اس علم کو عام کر دیا اور بلا کسی تمیز و تفریق کے ہر مستحق شخص کو اس سے مستفید ہونے کا موقع دیا۔ آپ کو ابوالطب کا لقب دلانے میں اس حقیقت کا بہت بڑا دخل ہے۔ جناب بقراط شروع شروع میں علاج بالضد کے قائل تھے اور چار خلطوں یعنی خون، بلغم، صفرا، سودا اور چار حالتوں یعنی گرمی، سردی، تری، خشکی کو طب کی بنیاد مان کر علاج کرتے تھے۔ یہ چار عناصر کا نظریہ جناب بقراط نے حکیم ایم پیڈوکل سے لیا تھا لیکن ان کی سوانح حیات سے پتہ چلتا ہے کہ آپ نے بعد ازاں اس مادی نظریہ کو ترک کر کے اپنی نئی تحقیق پر علاج کا دارومدار قائم کیا۔ آپ کی نئی تحقیق یہ تھی کہ طبیعت[1] مدبر بدن ہے۔ وہی ہر مرض کے علاج

---

[1] یہ الفاظ میں نے حرف بحرف مخزن الجواہر صفحہ ۱۲۹ تالیف جناب شمس الاطبا حکیم و ڈاکٹر غلام جیلانی خانصاحب سے نقل کر دیئے ہیں، آپ وہاں سے تصدیق فرما سکتے ہیں۔

میں قدرتی معالج ہے اور دفیعہ مرض میں طبیعت کی مناسب مدد کرنا ہی صحیح اصولِ علاج ہے۔ چنانچہ اس نئی تحقیق یا اصولِ فطرت کو معلوم کرنے کے بعد انہوں نے اپنی باقی ماندہ زندگی اسی اصول کے ماتحت علاج معالجہ میں گذار دی لیکن اس وقت کے حکماء نے گو اس اصول کو زبانا درست تسلیم کیا اور مابعد کے حکماء بھی گو آج تک نظری طور پر اسے درست تسلیم کرتے آئے ہیں، لیکن نہ تو سوائے جناب بقراط کے اس وقت کسی حکیم نے اس پر عمل کیا اور نہ ان کے بعد کسی دیگر حکیم نے ماسوائے ہانمن اعظم کے جنہوں نے اس بنیاد پر وہ پُرشکوہ محل تعمیر کیا جس میں کروڑہا بندگانِ خدا آج تک پناہ لے چکے ہیں اور قیامت تک لیتے رہیں گے۔ اس اصولِ علاج سے گو کسی حکیم کو اختلاف کرنے کی جرات آج تک نہیں ہوئی مگر بدقسمتی سے بقولِ اقبال ؎

خوگرِ پیکرِ محسوس تھی انساں کی نظر
پھر کوئی مانتا اَن دیکھے خدا کو کیوں کر

" مادوں" کے بوجھ نے ذہن کو بلند نہ ہونے دیا اور یہ بات آج تک ان کی سمجھ میں نہ آسکی کہ "طبیعت مدبرہ بدن" جو نہ وزن رکھتی ہے اور نہ دیکھنے میں ہی آسکتی ہے کس طرح سے "بدن کی جسامت" پر بلاشرکتِ غیرے حکمران ہے۔ اور

لہ اور طبیعت مدبر بدن کی مناسب مدد کرنے کے سلسلہ میں طب کے باپ کا بالمثل دوائیں استعمال کرنا ایک تاریخی حقیقت رکھتا ہے۔

اس کم فہمی کا نتیجہ ظاہر ہے کہ غیر ہومیوپیتھک طب آج تک مادوں کے چکر سے باہر نہیں نکل سکی۔

ہانمنِ اعظم

ہومیوپیتھی کے بانی کرسچین فریڈرک سیموئیل ہانمن تھے۔ آپ جرمنی کے علاقہ سیکسنی میں ایک خوبصورت قصبہ میسن میں ۱۱ر اپریل ۱۷۵۵ء کی صبح کو پیدا ہوئے عموماً آپ کی پیدائش کا دن ۱۰ر اپریل ذکر کیا جاتا ہے لیکن سرکاری کاغذات میں ۱۱ر اپریل ہی ہے۔ آپ کی برسی تمام دنیا میں ہمیشہ ۱۰ر اپریل کو ہر سال منائی جاتی ہے۔

ہانمن اعظم کے والد میسن کی چینی کے برتن بنانے والی ایک فیکٹری میں صناع اور مصور تھے۔ میسن کی چینی کے برتنوں کی صنعت اس وقت بھی مشہور و معروف تھی اور آج بھی ویسی ہی شہرت یافتہ ہے۔ ہانمن اعظم کی پیدائش ایسے ماحول میں ہوئی جب کہ زندہ رہنے کے لئے پوری جدوجہد اور محنت سے کام کرنے کی ضرورت پڑتی تھی۔ یہی وجہ ہے کہ مشقت۔ چاک و چوبند رہنے اور استقلال کی عادات شروع ہی سے ہانمن کے اندر داخل ہوگئیں اور آئندہ کی دماغی ترقی کی بنیاد ان مضبوط چٹانوں پر رکھی گئی۔ عموماً ایسے ہی دیکھنے میں آیا ہے کہ غربت کی گود

میں ہی ان بلند ترین دماغوں نے نشو ونما پائی ہے جنہوں نے بنی نوع انسان کی تقدیریں بدل کر رکھ دی ہیں۔ چنانچہ ہانمن اعظم نے اپنی زندگی کی ابتداء جدّو جہد میں گزاری۔ ابتداء کی جدّو جہد عزیت۔ و افلاس کے خلاف تھی اور مابعد کی جدّو جہد ذہنی تعصبات کے خلاف۔

ہانمن نے میسن کے پبلک اسکول میں کئی سال گزارے۔ حتیٰ کہ وہ وقت آپہنچا جب کہ مالی حالت کمزور ہونے کی وجہ سے ہانمن کو اسکول ترک کر دینا پڑا۔ ہونہار بروا کے چکنے چکنے پات والی مثال ہانمن اعظم پر صادق آتی تھی۔ ان کے استاد نے جب یہ دیکھا کہ اعلیٰ صلاحیتوں کا حامل ذہن مفلسی کے ہاتھوں تعلیم سے محروم رہا جاتا ہے تو اس نے ہانمن کے والد کو کہا کہ اس کی اسکول فیس معاف کر دی جائے گی مگر اس کی تعلیم کو ترک نہ کیا جائے۔ لیکن ہانمن کے والد نے یہ گوارا نہ کیا حتیٰ کہ استاد نے اس مشکل کا ایک اور حل ہانمن کے والد کے سامنے پیش کیا کہ ہانمن دوسرے لڑکوں کو ٹیوشن پر پڑھائے۔ والد نے اس کی اجازت دے دی۔ چنانچہ بارہ سال کی عمر میں ہانمن اسکول کے طلباء کو یونانی زبان کی ابتدائی تعلیم دیا کرتا تھا۔ اس طرح سے زندگی کے شروع ہی میں ہانمن نے تمام مالی تکالیف کے باوجود پیکرِ استقلال بن کر بہترین تعلیم حاصل کی۔

بیس سال کی عمر میں یہ نوجوان طالب علم لیپزگ کی یونیورسٹی میں گیا۔ جہاں اس نے جرمن اور فرانسیسی زبانوں میں لیکچر دے کر اور انگریزی کتابوں کے ترجمے لکھ کر اپنی مدد آپ کی۔ دو سال بعد ہانمن اعظم علم طب کو عملی طور پر مطالعہ کرتے

کے لئے وی آنا تشریف لے گئے۔ بطور میڈیکل طالب علم کے نوجوان ہانمن نے لیکچر دیئے اور راتوں کو ترجمے کر کے اپنے اخراجات پورے کئے۔ آخر کار ۲۴ سال کی عمر میں آپ نے ارلنجن یونیورسٹی سے ۱۷۷۹ء میں میڈیکل ڈگری حاصل کی۔

ڈگری حاصل کرنے کے بعد ہانمن نے مختلف مقامات پر پریکٹس کی ۱۷۷۴ء میں ڈرلیسڈن گئے۔ جہاں ایک سال تک شہر کے واحد ہسپتال کا چارج ان کے پاس رہا۔ ۱۷۷۹ء میں لیپزگ تشریف لے گئے۔ ۱۷۹۲ء میں ان کو جارجنقل کے پاگل خانہ کا انچارج نامزد کیا گیا۔ اس دوران میں ہانمن نے کیمسٹری میں کچھ ریسرچ کا کام کیا اور اپنا بہت سا وقت کیمسٹری۔ زراعت۔ طب اور ادبی تراجم فرانسیسی اٹالین اور لاطینی زبانوں سے جرمنی زبان میں کرنے پر صرف کیا۔

اس وقت ہانمنِ اعظم نے علاج معالجہ کو بالکل بند کر دیا۔ کیونکہ اس وقت کے مروجہ طریقۂ علاج نے جو ٹک بندی سے زیادہ نہ تھا ہانمن کو بالکل پریشان خاطر کر دیا تھا۔ ہانمن نے اس طریقۂ علاج سے انحراف اختیار کر لیا۔ ان دنوں مثال کے طور پر بخار والے مریض کو ایک بند کمرہ میں ایک پروں کے بستر پر لٹایا جاتا تھا اور ایک گلاس ٹھنڈا پانی تک نہ دیا جاتا تھا جس سے مریض تازگی حاصل کر سکے مرض کو کوئی جناتی شئے تصور کیا جاتا تھا۔ خون میں سے اور معدہ و انتڑیوں میں سے خیالی غلیظ مادہ کو نکالنے کے لئے وسیع پیمانہ پر فصد کھول کر۔ شدید قے کرا کر یا جلاب آور ادویات دے کر مریض کو زندگی سے تہی کیا جاتا تھا۔ ایک ایک نسخہ میں بہت

سی ادویات کو اکٹھا کردیا جاتا تھا اور انہیں مریض کے حلق سے نیچے اتار دیا جاتا تھا
وراں حالیکہ نہ تو اکیلی اکیلی دوا کا علم ہوتا تھا اور نہ ہی مرکب ہو جانے کے بعد کچھ خبر
رہتی تھی کہ نسخہ کن تاثیرات کا حامل ہے۔ جوں جوں ہانمن کا طب کا تجربہ ترقی کرتا گیا
توں توں میڈیکل پریکٹس پر اس کا اعتماد کم ہوتا گیا۔ اس کے خیالات اور مطالعہ اس
بات پر جھک گئے کہ جسم کی تکالیف کے لیئے ضرور کوئی علاج تلاش کرنا چاہیئے۔ مذہبی
خیالات کا ہونے کی وجہ سے اس نے محسوس کیا کہ خدا اپنے خزانۂ قدرت میں
انسانی علاج کے لیئے ضرور کوئی مستقل بندوبست رکھتا ہے سوال صرف اس کے
دریافت کرنے کا ہے۔

چالیس سال تک ہانمن اعظم کی یہ عادت رہی کہ ہر چار راتوں میں سے ایک
رات تمام وقت جاگتا تھا اور اس رات میں مطالعہ کرتا تھا۔ ترجمہ کرتا تھا۔ لکھتا
تھا اور اس طرح تمام رات کام کرتے گذار دیتا۔ اسی دوران میں مشہور انگریز طبیب
ولیم کلن کے میٹریا میڈیکا کا ترجمہ کرتے وقت مصنف نے سنکونا کے بارے میں
اس گڈمڈ بیان پر برہم ہوکر کہ کس طرح سنکونا ملیریا بخار کو دبا دیتی ہے۔ دوا کا اثر
اپنے جسم پر آزمائش کرنے کا فیصلہ کیا۔ جب اس نے اپنے آپ کو اس دوا
کے اثر کے ماتحت ملیریا بخار کی مانند دورے میں مبتلا پایا تو حیران رہ گیا۔
اس کے چوکس دماغ میں فوراً یہ سوال پیدا ہوا۔ کیا سنکونا بارک جو سردی بخار کو دور کرتی
ہے۔ کیا سردی بخار پیدا بھی کرتی ہے؟ ڈاکٹر کلارک کے الفاظ میں سنکونا بارک ہانمن
کے لیئے وہی کچھ تھی جو گرتا ہوا سیب نیوٹن کے لیئے ثابت ہوا۔ اس خیال کے

آتے ہی چھ سال متواتر بغیر تھکے مطالعہ، مشاہدہ، تجربہ اور سوچ بچار میں گزار دیئے۔ اس کے بعد ہانمن نے ہوف لینڈ کے اپنے وقت کے مشہور طبی رسالہ میں اپنا پہلا مضمون اس بارے میں شائع کیا۔ اس کا عنوان اس نے "ادویات کی شفا بخش خصوصیات کے تحقیق کرنے کا نیا اصول" رکھا۔ یہ تاریخی مضمون ہومیوپیتھی کی پیدائش کا پہلا اعلان تھا۔ اس اصول کے اعلان کے ساتھ ہانمن اعظم سب سے پہلے ہومیوپیتھ اور فطرت کے عظیم قانون "علاج بالمثل" کے پہلے اعلانچی ٹھہرے۔ اس سلسلہ میں یہ بات یاد رکھنے کے قابل ہے کہ یہ اصول بالمثل ہانمن کے لئے بالکل نیا نہ تھا کیوں کہ بلاشک یہ اصول بقراط کو ۲۵۰۰ سال قبل معلوم تھا۔ لیکن اس کے بعد یہ صرف ہانمن اعظم کی قسمت میں لکھا تھا کہ اس اصول کو دوبارہ دریافت کر کے قیامت تک کے لئے زندۂ جاوید بنا دے۔

جس وقت یہ مضمون چھپا اس وقت ہانمن ایک مشہور و معروف طبیب تھا۔ ۴۲ سال کی عمر میں وہ اپنی زندگی کے عروج پر تھا اور آنے والے طوفان کا مقابلہ کرنے کے لئے بالکل تیار تھا۔ اپنے اندر کمال، علم، ضبط و استقلال، مستقل نظریہ اور جسمانی مضبوطی رکھتا تھا۔ جو ان تمام مخالف طاقتوں کا مقابلہ کرنے کے لئے اشد ضروری تھیں۔ اس کا مباحثہ اس قدر جاندار اور انقلاب آور تھا کہ اس وقت کی مروجہ طب کی ہستی خطرہ میں پڑ گئی۔ دوا ساز اداروں کے لئے یہ ایک دھمکی سے کم نہ تھا کیوں کہ اکیلی اکیلی دواؤں کی قلیل خوراکیں ان کی پیسہ بٹورنے کی خدمات سے ان کو محروم کرتی نظر آتی تھیں۔ یہ دھمکی اور اس کے ساتھ ہانمن اعظم کی لب

رحمانہ(۱) پورشش جو ہمہ گیر فصدبازی کے خلاف تھی۔ حقیقتاً یہی چیز ہی ہانمن اعظم اور ان کے اصول طب کی مخالفت کا بنیادی اور چھپا ہوا سبب بنیں۔ جب ۱۸۱۰ء میں آرگینن اس نئے مکتب طب کے اصولوں کو باقاعدگی اور ترتیب سے نمایاں کرتی ہوئی چھپی تو اس کی بنیادی تعلیمات کی قبولیت کے بارے میں ناامیدی پہلے سے بھی زیادہ بڑھ گئی۔ لیکن یہ طوفانِ مخالفت ہانمن اعظم کو اپنے کام سے برگشتہ نہ کرسکا اور اس تمام وقت میں وہ ادویات کے اثرات معلوم کرنے اور اپنے طریق کو اس مشاہدہ کی ٹھوس زمین پر وسیع تر کرنے میں سرگرم رہا۔

آٹھ سال تک ہانمن نے لپزگ کی یونیورسٹی میں طب کی تعلیم دی اور اپنے لیکچروں کی بنیاد آرگینن پر رکھی اور اس دوران میں اس کے گرد سرگرم کارکنوں اور پیروکاروں کا ایک ایسا گروپ اکٹھا ہوگیا جس نے ہانمن کے ساتھ شریک ہوکر ادویات کے خواص معلوم کرنے اور اس کے اصولِ علاج کو پھیلانے میں اس کی مدد کی۔

مزید برآں میٹریا میڈیکا پیورا چھ جلدوں میں ہانمن کی زندگی میں ہی لیپزگ میں چھپا اور اس کی پریکٹس کو وسیع سے وسیع تر کردیا لیکن حسد و رقابت کی وجہ سے ہانمن کے مخالفین اس پر حملہ کرنے کے موقعے کی تلاش میں لگے ہوئے تھے۔ یہ حملہ انہوں نے دوا سازی کے ذریعہ سے کیا۔ دوا ساز فرقہ نے ہانمن کو دھمکی دی کہ کیا تم نے موجودہ نظامِ طب کے خلاف ایک بدعت نہیں پھیلائی ہے اور ہمارے حقوق و رعایات میں دخل اندازی نہیں کی ہے؟ دواسازوں نے آخرکار اپنے

حق میں ایک قانون نکلا جس سے بچنے کے لئے ہانمن اعظم کو مجبوراً شہر بہ شہر ہجرت کرنی پڑی آخر کار انہالٹ کوتھن کے ڈیوک نے ان کو اپنا پرائیویٹ معالج بننے کی دعوت دی۔ یہاں ہانمن کو پوری آزادی حاصل ہوئی کہ اپنی کھلی پریکٹس کرے اور اپنی ادویات استعمال کرے۔

یہ تجربہ ہانمن کی شروع کی کامیابی کا نشان بنا۔ اس کے اصول تسلیم کئے جانے لگے اور اس کا طریقہ علاج دوسروں نے بھی کامیابی سے تجربہ کیا اور اپنایا دیگر اطباء میں سے اس کے پیروکار بننے شروع ہو گئے اور ہومیوپیتھی پھیلنی شروع ہو گئی۔

۸۰ سال کی عمر میں اپنی پہلی بیوی کی موت کے پانچ سال بعد ہانمن نے ایک نوجوان فرانسیسی خاتون سے جو کہ صاحب اثر تھی دوبارہ شادی کی اور ۱۸۳۵ء میں پیرس چلا گیا۔ یہ نقل مکانی حقیقتاً اس کی پہلے سے مشغول ترین زندگی میں اضافہ کا باعث بنی۔ پیرس میں لوگ اسے دیکھنے کے لئے جوق در جوق اکٹھے ہونے شروع ہو گئے اس کی شہرت کا چاند پوری تابانی سے چمکنے لگا اور اعزاز کے ہار اس کے گلے میں ڈالے گئے۔ اخبارات نے اس کی داستانیں لکھنی شروع کیں کیونکہ اب ہانمن "ہانمن اعظم" تھا، مقبول عام تھا اور معززین اس کے مربی تھے۔ ہانمن نے پیرس میں آٹھ سال کامیابی اور مستعدی سے پریکٹس کی انجام کار ۲ جولائی ۱۸۴۳ء کو ہوائی نالیوں کی دیرینہ تکلیف سے ۸۸ سال کی عمر میں موت و حیات کے مالک کے حضور میں جا پہنچا۔

اس نے زندگی ہی میں عزت، مال و دولت، اپنی جدوجہد کی شاندار تکمیل اور تمام دنیا میں ہومیوپیتھی کو کامیابی سے بڑھتے اور پھلتے پھولتے دیکھا۔ ہانمن اعظم کی

تعلیمات انیسویں صدی کے شروع میں سورج کی طرح طلوع ہوئیں اور آج بیسویں صدی کے وسط میں ان کی آب و تاب اور درخشندگی دن بدن زیادہ سے زیادہ نور افشاں ہے ایک مقدس قانونِ فطرت۔ ابدی اور غیر متبدل ہومیوپیتھی کو سایہ کئے ہے اور اس کی قسمت کو قابلِ رشک بنائے ہوئے ہے۔

بنی نوع انسان کے اس عظیم محسن کی زندگی ایک مثالی زندگی تھی جس میں نیکی ہی نیکی نظر آتی ہے۔ یہ عظیم المرتبت انسان صرف نیکی پھیلانے کے لئے زندہ رہا۔ اور تمام عمر نیکی ہی اس کا اوڑھنا بچھونا رہی۔ "امراضِ مزمنہ" کے پہلے ایڈیشن کے دیباچہ میں جو ۱۸۲۸ء میں چھپا۔ آپ تحریر فرماتے ہیں۔

" اگر میں یہ نہ جانتا ہوتا کہ مجھے کس مقصد کے لئے زمین پر بھیجا گیا ہے (یعنی کہ جہاں تک ممکن ہو خود بہتر بنوں اور حتی المقدور اپنے اردگرد کے ماحول کو بہتر بناؤں) تو میں اپنے آپ کو دنیاوی لحاظ سے نہایت کوتاہ اندیش خیال کرتا۔ اگر اپنی موت سے پہلے ہی عوام کے فائدہ کے لئے ایک ایسے فن کو بے نقاب کر دیتا جو صرف میں ہی اکیلا جانتا ہوں اور جو کہ میرے اختیار میں ہے کہ اسے صرف راز بنا کر رکھنے سے ہی زیادہ سے زیادہ دنیاوی فائدہ حاصل کروں۔

آپ کے لوحِ مزار پر یہ الفاظ درج ہیں۔

" میں بے فائدہ زندہ نہیں رہا "

ہانمن اعظم نے پرانی طب کو " ایلوپیتھی " کا نام دے دیا اس سے پہلے اس کا کوئی باقاعدہ نام نہیں تھا۔ چنانچہ ایلوپیتھی ہانمن اعظم کی اس بارہ میں ممنونِ احسان ہے

آپ اپنے زمانہ کے کیمسٹری کے چوٹی کے عالم تھے۔ چنانچہ سب سے پہلے آپ نے پارہ کو حل کیا۔ اس لئے آپ کو دنیائے کیمسٹری اور طب میں "ہانمن سالوبلس" یعنی "پارہ کو حل کرنے والا ہانمن" کہا جاتا ہے۔

آپ بہت سی زبانوں کے ماہر تھے جن میں جرمنی۔ انگریزی۔ لاطینی، اطالوی اور عربی خاص طور پر قابلِ ذکر ہیں۔ آپ مختلف ممالک کے عالموں کی کتابیں ان کی اپنی زبان میں ہی مطالعہ کرنے کے قائل تھے۔ یہی وجہ ہے کہ آپ کو مختلف زبانیں جاننے کی ضرورت پڑی۔ آپ نے خصوصیات سے طب و فلسفہ کی عربی کتب کا گہری نظر سے مطالعہ کیا۔ آپ نے عرب علماء و حکماء کے خیالات کو اکثر پسندیدگی کی نظر سے دیکھا ہے اس قدر وسیع مطالعہ رکھنے والا شخص اندھی تقلید کا قائل نہیں ہو سکتا۔ یہی وجہ ہے کہ ہانمن اعظم کی علم پاشی ہمیں ہر قدم پر نئے اجتہاد سے متعارف کراتی ہے۔

علمِ طب کے علاوہ آپ دیگر علوم میں بھی مہارت رکھتے تھے۔ چنانچہ علم النجوم۔ جغرافیہ۔ علم نباتات۔ علمِ حیوانات وغیرہ ان کی روزمرہ کی دلچسپیوں میں شامل تھے۔ ان کے کمرہ میں بہت سے جغرافیائی نقشے پڑے رہتے تھے۔

آپ نے ایک سو اٹھارہ کتابیں تصنیف فرمائیں۔ جن میں ۹۵ ذاتی تصانیف تھیں ۱۵ انگریزی سے ترجمہ۔ ایک لاطینی سے ترجمہ، ۶ فرانسیسی سے ترجمہ اور ایک اطالوی سے ترجمہ تھیں۔

آپ کی وسیع علمی محنت کو دیکھ کر حیرت ہوتی ہے اور اس ضمن میں ہانمن اعظم کا عمل ہر طالب علم کے لئے قابلِ تقلید ہے۔ آپ اپنے ابتدائی تعلیمی حالات لکھتے ہوئے

فرماتے ہیں:- میں نے بکثرت مطالعہ اختیار کر لینے کے چند دن بعد محسوس کیا کہ میری دماغی صلاحیتیں سست پڑتے لگی ہیں۔ آمد کی جگہ آورد نے لے لی ہے اور مطالعہ میری تخلیقی طاقتوں پر مسلط ہونے لگا ہے۔ میں نے اس صورتِ حال پر فکر مندی سے غور کرنا شروع کیا کیوں کہ یہ سب کچھ میری توقعات کے الٹ تھا۔ چنانچہ آخر کار میں نے وہ راز پا لیا۔ جس سے میں نے دوبارہ منحرف ہونے کی کوشش نہیں کی اور وہ راز تھا جسمانی ورزش۔ جس سے دورانِ خون تیز ہو کر میرے دماغ کے ایک ایک خلیہ کو بیدار اور توانا کر دیتا تھا اور علم کو چبا چبا کر پڑھنا۔ میں نے یہ قاعدہ کلیہ بنا لیا کہ یک وقت بیسیوں صفحات نظر سے گذار لینے کی بجائے صرف اس قدر مطالعہ کروں گا جس پر مکمل طور پر حاوی ہو سکوں اور ان دو طریقوں سے میں نے علم کی بلندیوں کو سر کرنا شروع کیا اور میری کامیابی ہر لحاظ سے مکمل تھی۔"

اٹھارہویں صدی عیسوی نے بہت سے بڑے دماغ پیدا کئے جن میں ایک سیموئیل جانسن تھے۔ آپ بہت بڑے اسکالر۔ محقق۔ زبان دان۔ فلاسفر اور بہت بڑے طبیب تھے۔ جسے تمام ہم عصر طبیب عزت اور قدر کی نگاہ سے دیکھتے تھے۔

ہومیوپیتھی کی دُنیا میں ترقی

جرمنی

سنہ ۱۸۱۲ء تک اس کرۂ ارض پر ہومیوپیتھی کا صرف ایک نمائندہ تھا اور وہ ہانمن اعظم تھے۔ سنہ ۱۸۱۰ء میں ہانمن اعظم لیپزگ (جرمنی) میں تشریف لائے اور سنہ ۱۸۱۲ء میں آپ کو لیپزگ یونیورسٹی میں لیکچر دینے کی اجازت حاصل ہو گئی۔ جلد ہی آپ کے گرد شاگردوں اور پیروؤں کی ایک ایسی جماعت اکٹھی ہو گئی جس نے آپ کی زبان سے اس علم کا حال سنا۔ ادویات کے خواص معلوم کرنے میں آپ کی مدد کی اور پھر عملی طور پر اس فن کو اختیار کیا۔ یہ ہومیوپیتھی کی ابتدا تھی۔ بعد ازاں ہومیوپیتھس کی تعداد دن بدن بڑھتی چلی گئی۔ سنہ ۱۸۳۳ء میں لیپزگ میں ایک ہومیوپیتھک ہسپتال قائم ہوا۔ جس میں ۲۰۰ مریضوں کی رہائش کا بندوبست تھا۔ متعدد رسالہ جات جاری ہوئے۔ سنہ ۱۸۷۶ء میں جرمنی میں ۳۰۰ ہومیوپیتھس پریکٹس کرتے تھے۔ سنہ ۱۸۹۶ء میں ۴۰۰ سنہ ۱۹۰۰ء میں ۵۰۰ تک جا پہنچے تھے۔ لیپزگ کے ہومیوپیتھک ہسپتال کے علاوہ میونخ سٹیٹ گرٹ اور برلن میں بھی ہومیوپیتھک ہسپتال کھولے گئے۔ اس کے علاوہ تمام مملکت جرمنی میں عوام ہومیوپیتھس کا تو کوئی حد و شمار نہ تھا۔ ان کی اپنی انجمنیں قائم تھیں۔ ڈاکٹر ہالوربیکر سنہ ۱۸۹۲ء میں لکھتے ہیں کہ پورے کا پورا جرمنی ہومیوپیتھی کے شیدائیوں سے پُر تھا اور ان شیدائیوں کی آواز بہت

سے رسالہ جات کے ذریعہ سے باہر پھیلتی تھی۔

آسٹریا ہنگری

جرمنی کے قریب واقع ہونے کی وجہ سے بالکل قدرتی طور پر شمع ہومیوپیتھی کی روشنی سب سے پہلے آسٹریا ہنگری میں پہنچی۔ ۱۸۱۹ء تک وہاں ہومیوپیتھی کافی مقبول ہو چکی تھی۔ اس ملک میں تقریباً تمام عرصہ میں ۲۰۰ سے زیادہ ہومیوپیتھ باقاعدہ پریکٹس کرتے رہے ہیں۔ انہوں نے اپنی سوسائٹی بنائی اور رسالے جاری کئے۔

اٹلی

اٹلی میں ہومیوپیتھی کی روشنی آسٹریا کے ذریعہ سے پہنچی۔ جب ۱۸۲۱ء میں آسٹریا نے نیپلز پر قبضہ کیا تو حملہ آور فوج کے کمانڈر بیرن فرانسس کولر جو ہانمن اعظم کا سرگرم پیرو تھا، نے اپنے ذاتی معالج ڈاکٹر نیکر کو بلا لیا کہ اٹلی کے اس شہر میں آکر آباد ہو جائے۔ ڈاکٹر نیکر ہانمن اعظم کا شاگرد تھا اور ایک مشہور معالج تھا۔ نیپلز میں چار سالہ رہائش کے دوران میں اس نے اس شہر میں ہومیوپیتھی کا خوب چرچا کیا اور شہر کے تین بڑے ایلوپیتھک ڈاکٹروں نے ایلوپیتھی ترک کر کے ہومیوپیتھی اختیار کر لی۔ ان کے نام ڈاکٹر رومانی ڈاکٹر ماورو اور ڈاکٹر ڈی ہوریٹیں تھے۔ ان ڈاکٹروں نے آرگینن کا ترجمہ کیا اور ۱۸۲۹ء میں ایک رسالہ نکالا اور ان کی وجہ سے اٹلی میں بہت سے ایلوپیتھ ہومیوپیتھی کے معتقد اور مرید ہو گئے۔ ان ڈاکٹروں میں ڈاکٹر روبینی صاحب بہت مشہور ہوئے ہیں ڈاکٹر روبینی نے کیکٹس گرینڈی فلورس نامی دوا کو آزمایا اور ہیضہ میں کیمفر کی مشہور عالم فتح کا اعلان کیا جس کے بارے میں ہانمن اعظم پیش گوئی فرما گئے تھے۔

فرانس

فرانس اور انگلینڈ میں ہومیوپیتھی اٹلی سے پہنچی۔ ان دو ممالک میں سے فرانس نے ہومیوپیتھی کو پہلے حاصل کیا۔ ۱۸۳۰ء تک ہومیوپیتھی کا کوئی خاص چرچا فرانس میں نہ تھا۔ یہاں تک کہ لائنز یونیورسٹی کے انسپکٹر ڈاکٹر آف میڈیسن اور ڈاکٹر آف سائنس کومٹ دی گائیڈی نیپلز اٹلی میں گیا تاکہ پوزولی کے چشموں سے اپنی بیوی کا علاج کرے لیکن اس کی مہلک بیماری کو چنداں فائدہ نہ ہوسکا۔ ہر طرف سے ناکام ہو کر اس نے ہومیوپیتھک معالج ڈاکٹر رومانی سے مشورہ کیا اور اپنی بیوی کا علاج اس سے کرایا جو کہ مکمل طور پر صحت مند ہوگئی۔ اس واقعہ نے ڈاکٹر گائیڈی پر بہت اثر کیا اور اس نے ہانمن اعظم کے اصول مطالعہ کرنے شروع کیے۔ ڈاکٹر رومانی اور ڈاکٹر ہورٹیس کے طریقۂ علاج کو عملی طور پر دیکھتا رہا۔ ۱۸۳۰ء میں وہ لائنز فرانس میں واپس آگیا اور وہاں پر اپنی باقی ماندہ زندگی ہومیوپیتھک پریکٹس میں اور ہومیوپیتھی کو ترقی دینے میں گزاری۔ پیرس کا ایک مشہور و معروف طبیب انٹونی پیٹروز پہلا ڈاکٹر تھا جس نے ڈاکٹر گائیڈی کے زیر اثر ہومیوپیتھی کو اختیار کیا۔ جس کے بعد بہت سے ڈاکٹر ہومیوپیتھی کے حلقہ میں کھچتے چلے آئے۔ چنانچہ ۱۸۳۵ء میں جب ہانمن اعظم دوسری شادی کے بعد پیرس میں نقل مکانی کر کے آئے تو وہاں ہومیوپیتھی کے پیروکاروں کا ایک گروہ ہانمن اعظم کو خوش آمدید کہنے کے لئے پہلے سے موجود تھا اور جب ۱۸۴۳ء میں ہانمن اعظم کا انتقال ہوا تو ہومیوپیتھی کا سکہ تمام فرانس پر مضبوطی سے بیٹھ چکا تھا۔

انگلینڈ

ڈاکٹر فریڈرک فوسٹر کوئن جس نے ۱۸۲۰ء میں ایڈنبرا سے ایم۔ ڈی کی ڈگری حاصل کی تھی اور لندن میں پریکٹس کرنا چاہتا تھا کو پھیپھڑوں کی کمزوری کی وجہ سے چند سال اٹلی میں بسر کرنا پڑے۔ ۱۸۲۱ء میں اس کی توجہ ڈاکٹر نیکر نے ہومیوپیتھی کی طرف مبذول کرائی۔ جب اس نے ہومیوپیتھک اصولوں کا مطالعہ کیا تو اسے احساس ہوا کہ اس نئے طریقِ علاج کا بغور مطالعہ کیا جانا چاہیے۔ چنانچہ اسی ارادہ کو دل میں لے کر لیپزگ (جرمنی) گیا اور وہاں اس طریق علاج سے مکمل طور پر مطمئن ہوگیا۔ آخر کار ۱۸۲۷ء میں لندن آگیا اور اس طریقِ علاج کی پریکٹس شروع کی۔ چونکہ ڈاکٹر کوئن وسیع حلقۂ واقفیت کا اور بہترین علمی اور عقلی طاقتوں کا حامل تھا لہٰذا جلد ہی اس کے اردگرد اہلِ علم جمع ہونے شروع ہوگئے چنانچہ ۱۸۴۳ء میں سات ڈاکٹروں نے مل کر برٹش ہومیوپیتھک سوسائٹی کی بنیاد رکھی۔ جس کا پریزیڈنٹ ڈاکٹر کوئن بنا اور ۱۸۷۸ء تک جب کہ وہ مرا اپنی قابلیت کی وجہ سے بار بار اس ایسوسی ایشن کا صدر چنا گیا۔

اس کے بعد کئی ایک ہومیوپیتھک رسالے نکالے گئے جن میں ہومیوپیتھک ورلڈ زیادہ تر مشہور ہے۔ انگلینڈ میں مشہور ترین ہومیوپیتھک ڈاکٹروں میں ڈاکٹر کلارک۔ ڈاکٹر رڈک۔ ڈاکٹر برنٹ وغیرہ ہوئے ہیں جنہوں نے یادگار کتابیں اس فن کی تصنیف کی ہیں۔ یہ سب ڈاکٹر ایم۔ ڈی تھے۔

ہندوستان

۱۸۹۱ء میں ڈاکٹر مہندر لال سرکار جو کلکتہ یونیورسٹی کے گریجویٹ تھے، اور

کلکتہ میں ایک اہم شخصیت کے مالک بتے نے ایلوپیتھی کو ترک کر کے ہومیوپیتھی اختیار کی۔ درحقیقت ہندوستان میں ہومیوپیتھی کی ہسٹری ڈاکٹر سرکار سے ہی شروع ہوتی ہے۔ ڈاکٹر سرکار نے غرباء کے لئے ایک فری ڈسپنسری اور ایک رسالہ جاری کیا جس کا نام کلکتہ جرنل آف میڈیسن تھا جو کہ آخری دم تک اکیلے چلاتے رہے۔ ۱۸۹۱ء میں انہوں نے رپورٹ پیش کی۔ کلکتہ میں ۲۰ کوالیفائیڈ ہومیوپیتھک فزیشن تھے اور اتنی ہی تعداد میں ہندوستان کے دیگر علاقوں میں موجود تھے۔ اس کے علاوہ عام پبلک میں اس کے علم حاصل کرنے کی اس قدر خواہش پیدا ہوئی کہ ڈاکٹر موجدار اور ڈاکٹر بوس نے دو ہومیوپیتھک سکول کلکتہ میں جاری کئے۔ ان دونوں نے دو رسالے بھی جاری کئے جن کے نام انڈین ہومیوپیتھک ریویو اور انڈین ہومیوپیتھیشین تھے۔

کینیڈا

کینیڈا میں ہومیوپیتھی سب سے پہلے ۱۸۴۶ء میں پہنچی۔ ڈاکٹر لینسٹر پہلے ہومیوپیتھ تھے جنہوں نے اس علاقہ کو ہومیوپیتھی سے روشناس کرایا ۱۸۶۰ء میں کینیڈا میں ۲۰ ہومیوپیتھک فزیشن تھے جو بعد ازاں مزید ترقی کرتے گئے۔

آسٹریلیا

میلبورن اور سڈنی میں ہومیوپیتھی ۱۸۵۱ء میں پہنچی۔ ملبورن میں ۱۸۶۹ء میں ایک ہومیوپیتھک ہسپتال قائم ہوا جس کو گورنمنٹ کی امداد ملتی تھی اور جس میں ۲۰ بستر تھے۔

سپین

۱۸۳۲ء میں تین فزیشن پنیانو، ہرٹیڈو اور کوریول نے پرانا طریق علاج ترک کرکے ہومیوپیتھی اختیار کی۔ انہوں نے بہت سی کتب سپین زبان میں ترجمہ کیں اور ان کی کامیاب پریکٹس کا ملک پر کافی اثر پڑا۔ ڈاکٹر نیز ۱۸۴۴ء میں میڈرڈ پہنچا اپنی قابلیت کی وجہ سے ملکہ ازبیلا کا معالج خصوصی مقرر ہوا۔ اس نے ہینمین سوسائٹی آف میڈرڈ قائم کی اور ایک رسالہ بھی نکالا۔ اس نے ایک اسکول اور ایک ہسپتال بھی جاری کیا۔ ہسپتال ۱۸۶۴ء میں جاری کیا گیا تھا۔ جس میں مریضوں کے لئے ۵۰ بستر تھے۔ ڈاکٹر نیز نے ۱۸۷۹ء میں وفات پائی۔ سپین میں ۱۸۶۵ء میں ۶۰ ہومیوپیتھک معالج تھے۔

روس

۱۸۳۲ء میں ڈاکٹر ایڈم جو روس کے رہنے والے تھے نے ہانمن اعظم کے پاس رہ کر اکتساب علم کیا اور بعد ازاں سینٹ پیٹرس برگ میں جاکر ہومیوپیتھک پریکٹس شروع کی۔ اس ڈاکٹر کی وجہ سے ہومیوپیتھی کا کافی چرچا ہوا۔ اسی اثنا میں ڈاکٹر بیگل جو گرینڈ ڈیوک کانسٹنٹائن کی بیگم کا معالج خصوصی تھا نے ہومیوپیتھی اختیار کرلی۔ جس کی وجہ سے ہومیوپیتھی کو مزید ترقی ملی۔ اگرچہ پبلک نے ہومیوپیتھی کو زیادہ قبول کرلیا لیکن زیادہ پریکٹیشنر اس طرف متوجہ نہ ہوئے۔ چنانچہ سینٹ پیٹرس برگ میں ۱۹۰۰ء میں ۱۷ ہومیوپیتھک معالج تھے اور تمام روس میں مل ملاکر ۵۰ کے قریب تھے۔ عام پبلک نے قریباً ۱۲ سوسائیٹیاں قائم کر رکھی تھیں۔ جنہوں نے

اپنی فارمیسیاں اور ڈسپنسریاں قائم کی ہوئی تھیں۔

مندرجہ بالا بڑے ملکوں کے علاوہ سکنڈے نیویا۔ ہالینڈ۔ بلجیم اور سوئٹزرلینڈ وغیرہ میں بھی اسی طرح ہومیوپیتھی کے سورج کی روشنی پہنچی۔ چنانچہ تھوڑے عرصہ میں ہی پورے کا پورا یورپ اس حیات بخش طب کی نورانیت سے جگمگا اٹھا اور آہستہ آہستہ تمام کرۂ ارض پر اس کی ضوفشانی دن بدن بڑھنے لگی۔

امریکہ

امریکہ میں ہومیوپیتھی کو پھلنے پھولنے کا پورا پورا موقع ملا اور اس کی وجہ صرف ایک تھی، یعنی ہومیوپیتھی کے خلاف تعصب کا نہ ہونا۔ امریکہ میں ہومیوپیتھی نے اپنے بہترین نتائج سے دنیا پر واضح کر دیا کہ اگر اس طب کے خلاف سرکاری اور غیر سرکاری تعصب کی دیواریں کھڑی نہ کی جائیں اور اسے کام کرنے کا پورا پورا موقع میسر ہو تو یہ تمام دنیا میں اپنی افضلیت کے جھنڈے گاڑ کر رہے گی۔

۱۸۲۵ء میں امریکہ میں صرف ایک ہومیوپیتھ تھا لیکن ۱۹۰۰ء میں ساڑھے نو ہزار کے قریب ہومیوپیتھ تھے۔ ۹ نیشنل سوسائیٹیاں تھیں۔ جن میں صرف ایک سوسائٹی بنام امریکن انسٹی ٹیوٹ آف ہومیوپیتھی کے ۱۹۰۰ ممبر تھے۔ ریاست کی ۳۴ اور ۱۶ لوکل سوسائیٹیاں تھیں۔ ۷۰ جنرل ہسپتال تھے جن سب میں مل ملا کر ۴۸۲۹ بستر تھے۔ ۴۲ خاص ہسپتال تھے جن میں ۹۲ ۶۵ بستر تھے۔ ۲۰ میڈیکل اسکول تھے جن سے ہر سال ۵۰۰/۴۰۰ طالبان ہومیوپیتھی پڑھ کر نکلتے تھے۔

امریکہ میں سب سے پہلا ہومیوپیتھ ڈاکٹر گرام تھا۔ ڈاکٹر گرام نیو یارک میں

پریکٹس کرتا تھا۔ وہ ۱۸۱۸ء میں فوت ہوا۔ اس کے مرنے کے سات سال بعد ڈاکٹر کانسٹنٹائن ہیرنگ جو امریکہ میں فادر آف ہومیوپیتھی یعنی ہومیوپیتھی کے باپ کے لقب سے یاد کئے جاتے تھے فلاڈلفیا میں آکر بس گئے۔ آپ جرمنی سے یہاں آئے۔ جرمنی میں آپ ہانمن اعظم کے شاگرد تھے۔ آپ ہومیوپیتھی کے بہت بڑے عالم تھے اور بہت بڑا دماغ قدرت نے انہیں عطا کر رکھا تھا۔ آپ کے زیر اثر فلاڈلفیا ہومیوپیتھی کا مرکز بن گیا۔ وہاں ایک کالج کی بنیاد رکھی گئی بہت سی ادویات کی تندرست انسانوں پر آزمائش کی گئی اور اس مرکز سے ہومیوپیتھی تمام امریکہ میں پوری طاقت کے ساتھ پھیلی اور بہت بڑے بڑے ڈاکٹر ہومیوپیتھی نے پیدا کئے جن میں چند ایک ڈاکٹر ڈنہم۔ ڈاکٹر فرنگٹن۔ ڈاکٹر لپی۔ ڈاکٹر گورنسی۔ ڈاکٹر ایلن۔ ڈاکٹر راد عیرہ ہوئے ہیں۔ مابعد کے ڈاکٹروں میں ڈاکٹر کینٹ بزرگ ترین ہومیوپیتھک فلاسفر اور عالم ہومیوپیتھی ہوئے ہیں اور ان کی کتابیں آج تک ہومیوپیتھی پر اہم ترین اور بطور سند کے تسلیم کی جاتی ہیں۔

یہ ہے مختصر طور پر گزشتہ صدی میں ہومیوپیتھی کی ترقی کی داستان بیسویں صدی کا نصف ختم ہو چکا ہے۔ اس دوران میں دنیا ہومیوپیتھی سے بہت زیادہ روشناس ہو چکی ہے۔ اپنے پورے تعصب کو بروئے کار لانے کے باوجود غیر ہومیوپیتھک طبوں کو اس طب کا وجود تسلیم کرنا پڑا ہے۔ جو ان سب کی عین نفی ہے اور ان سب کو باطل ٹھہراتی ہے۔ ایک طرف اکیلی ہومیوپیتھی ہے اور دوسری طرف تمام غیر ہومیوپیتھک طبیں ہیں اور اس قدر مخالفت کے باوجود

ہومیو پیتھی کا بال بیکا ہونا تو رہا ایک طرف اس کی متوازن اور بتدریج ترقی کو دنیا کی کوئی طاقت روک تک نہیں سکی۔ سچ ہے حق کی شان یہی ہوا کرتی ہے۔

اس وقت لندن (انگلینڈ) میں ایک بہت بڑا ہسپتال بنام رائل لندن ہومیو پیتھک ہسپتال قائم ہے جس کو شاہی خاندان کی سرپرستی حاصل ہے۔ سر جان واٹر شاہی خاندان کے ہومیو پیتھک معالج ہیں۔ ۱۸۴۳ء میں انگلینڈ میں برٹش ہومیو پیتھک سوسائٹی قائم ہوئی تھی۔ ۱۹۴۳ء میں ٹھیک سو سال بعد اُسے فیکلٹی آف ہومیو پیتھی بنا دیا گیا اور سر جان واٹر اس کے پہلے پریزیڈنٹ چنے گئے جو تین سال تک اس کے پریزیڈنٹ رہے۔ نیشنل ہیلتھ سروس کے تحت انگلستان کے لوگوں کو اختیار دیا گیا ہے کہ خواہ ایلو پیتھ کے ساتھ رجسٹر ہوں خواہ ہومیو پیتھ کے ساتھ۔ بالفاظِ دیگر انگلینڈ میں ہومیو پیتھی تسلیم شدہ طریق علاج ہے۔ یہ الگ بات ہے کہ انگریزوں کی ملکی مصلحتیں پورے طور پر ہومیو پیتھی کو نہ اپنا سکیں۔ اس کے علاوہ متعدد ہومیو پیتھک رسالے انگلینڈ سے نکلتے ہیں اور لاتعداد انگریز اس نئے طریق علاج سے صحت و تندرستی حاصل کرتے ہیں۔

امریکہ میں ہومیو پیتھی کا تذکرہ پہلے کیا جا چکا ہے آج تک امریکہ میں ہومیو پیتھی کا اسی طرح سے دَور دورہ ہے۔ کو شاربا ایک امریکی ریاست میں ہومیو پیتھی سرکاری طریق علاج ہے۔

برازیل میں اس وقت بھی ہومیو پیتھی رسمی طور پر رائج ہے۔

بھارت والوں نے ہومیو پیتھی کو قانوناً تسلیم کر لیا ہے اور صوبہ یو۔ پی میں

ہومیوپیتھس کو دیہات سدھار کی سکیم میں ملازمت کے مواقع دیئے جا رہے ہیں
پاکستان میں خدا کے فضل و کرم سے ہومیوپیتھی دن بدن ترقی پذیر ہے
اور وہ وقت دُور نہیں جب کہ عوام ہومیوپیتھی سے اسی طرح مانوس نظر آئیں
گے جیسے کہ وہ غیر ہومیوپیتھک طبوں سے مانوس رہے ہیں۔

فطرت ایک کامل منصف

اُلجھن اگر کہیں ہے تو فقط ہمارے سمجھنے میں ہے ورنہ فطرت کی سادگی تو ایک مشہور عالم چیز ہے۔ اگر ہم ایسے ہی سمجھنے کی کوشش کریں جیسے کہ فطرت ہمیں سمجھانا چاہتی ہے تو تمام معاملات نہایت آسانی سے سمجھ میں آ سکتے ہیں۔ لیکن جب ہم غیر فطری نظریہ سے سمجھنے کی کوشش کرتے ہیں تو خون پسینہ ایک ہو جاتا ہے لیکن پھر بھی حقیقت سمجھ میں نہیں آتی۔

ہومیوپیتھی اور غیر ہومیوپیتھک طبوں میں یہی ایک بنیادی فرق ہے، کہ ہومیوپیتھی نے فطرت کو فطرت کی منشا کے مطابق سمجھنے کی کوشش کی ہے۔ اور اس میں سو فیصدی کامیاب ہوئی ہے۔ اور غیر ہومیوپیتھک طبوں نے فطرت کو قطعاً نظر انداز کر کے اپنے من گھڑت نظریئے قائم کئے ہیں اور اس وجہ سے قدم قدم پر ٹھوکریں کھائی ہیں۔

اگر کوئی علم فطرت سے ہمنوا نہیں تو ہمیں اس سے بچنا چاہیئے کیونکہ ایسا علم یقیناً ہلاکت کا باعث ہوگا۔

کیا آپ فطرت پر ایمان رکھتے ہیں؟

کیا آپ فطرت کو سب سے بڑا عالم تسلیم کرتے ہیں؟

اگر آپ کو فطرت پر اعتقادِ کلی ہے تو بحمد اللہ کہ آپ کے اور ہمارے درمیان ایک ایسا جج موجود ہے جو درست ترین فیصلہ دے سکتا ہے۔

اب ہم آپ کے سامنے ہومیوپیتھی کے نظریات پیش کریں گے۔

علاج بالمثل کیا ہے؟

ہومیوپیتھی علاج معالجہ میں ۴ چیزوں کو مدِ نظر رکھتی ہے۔ وہ چار چیزیں یہ ہیں۔

۱. قوتِ حیات
۲. جسم انسانی
۳. بیماری
۴. دوا

ان چار چیزوں کی ذاتی خاصیتوں اور ان کے باہمی تعلقات کو جان لینے سے ہم ہومیوپیتھی کے ان بنیادی اصولوں کو جان لیں گے جن پر ہومیوپیتھی کی تمام عمارت کھڑی ہے۔

۱۔ قوتِ حیات

ہومیوپیتھی "قوتِ حیات" کو مرکزی جگہ دیتی ہے۔ قوتِ حیات جسمِ انسانی پر مکمل طور پر حکمران ہے۔ جسم ایک بے جان

مادہ ہے جو قوتِ حیات کے بغیر کوئی فعل از خود ادا نہیں کر سکتا۔ پہلے قوتِ حیات بیمار ہوتی ہے اور اس کے بیمار ہونے کے نتیجہ کے طور پر جسم میں مادی تبدیلیاں پیدا ہونا شروع ہو جاتی ہیں۔ پھر درست علاج سے یا بغیر علاج کے جب قوتِ حیات تندرست ہو جاتی ہے تو جسم بھی تندرست ہو جاتا ہے۔ خداوندِ کائنات نے قوتِ حیات کو تندرست ہی پیدا کیا ہے لیکن انسان اپنے غلط افعال و کردار سے قوتِ حیات کو بیمار کر لیتا ہے۔

قوتِ حیات کے جسم پر حکمران ہونے کا ثبوت

جب انسان مر جاتا ہے تو اس کا جسم بمعہ اپنے تمام اعضاء کے اسی طرح سے موجود ہوتا ہے جس طرح سے مرنے سے قبل تھا۔ اگر کوئی تغیر واقع ہوا ہے تو صرف اتنا کہ پہلے جسم بمعہ اپنے تمام اعضاء کے مصروفِ کار تھا مگر اب بالکل بے حس و حرکت ہے۔ اس سے ثابت ہوا کہ اگر جسم خود حرکت کر سکتا تو اب بھی کرتا کیوں کہ جسم میں سے کوئی شے نہیں نکالی گئی۔ لہٰذا جسم میں زندگی قائم رکھنے والی شے غیر مادی تھی۔ اور اس کا تسلط جسم پر تھا۔ اس غیر مادی طاقت کو آپ خواہ کوئی بھی نام دیں، ہم اُسے قوتِ حیات کے نام سے پکارتے ہیں۔

ہلکی پھلکی قوتِ حیات اتنے بڑے وزنی جسم کو کیسے سنبھالے ہوئے ہے

آجکل کے برقیاتی اور ایٹمی دور میں اس طرح کا سوال لاحاصل معلوم ہوتا ہے۔ تاہم مندرجہ ذیل مثالیں کافی رہیں گی۔

۱۔ اتنے بڑے اتھاہ سمندر میں چاند کی غیر مادی کشش کتنے عظیم مدوجزر پیدا کرتی ہے۔

۲۔ مقناطیس بغیر کسی مادی واسطہ کے کس طرح سے وزنی لوہے کو اپنی طرف کھینچ لیتا ہے۔

اگر اتنے بڑے اور وزنی مادی اجسام کا غیر مادی طاقت کے بس میں ہونا ثابت ہو گیا تو جسم انسانی تو ان کے مقابلے میں بہت کم وزن رکھتا ہے۔

۳۔ جسم انسانی جسم انسانی چونکہ مادی ہے اس لیے اس کے اندر اس مادی دنیا کی ان تمام چیزوں کے ذرات ملتے ہیں جو غذا کے ذریعہ سے اس کے اندر پہنچتی ہیں، مثلاً لوہا۔ چونا۔ فاسفورس۔ نمک طعام۔ پانی وغیرہ۔ ان تمام مادی چیزوں کا توازن قوتِ حیات کے ذریعہ سے قائم رہتا ہے۔ جسمِ انسانی کی مثال اس مشین کی مانند ہے جو بجلی سے چلتی ہو۔ جب تک بجلی کا دور دورہ رہتا ہے، مشین کام کرتی رہتی ہے۔ جب بجلی بند کر دی جاتی ہے تو مشین ساکن ہو جاتی ہے۔ چنانچہ جسم انسانی قوتِ حیات کا معمول ہے اور قوتِ حیات عامل۔

۴۔ بیماری یا مرض بیماری قوتِ حیات کی مانند غیر مادی چیز ہے اور اس کا اثر صرف قوتِ حیات پر پیدا ہوتا ہے۔ قوتِ حیات کے بیمار ہونے کا اثر مادی جسم پر پڑتا ہے چنانچہ جس وقت جسم میں تبدیلیاں پیدا ہوتی ہیں تو ہم ان کو نتائج مرض کہتے ہیں۔ نتائج مرض پیدا ہونے سے قبل جسم میں مختلف قسم کے احساسات پیدا ہوتے ہیں، یہ احساسات خبردار کرنے والے

خطرہ کے الارم کی مانند ہیں اور اگر ان کی طرف توجہ نہ دی جائے تو پھر نتائج مرض پیدا ہونے شروع ہو جاتے ہیں اور اگر ان احساسات پر ہی درست علاج کر لیا جائے تو نتائج مرض کی نوبت ہی نہیں آتی۔ چنانچہ ہم کہہ سکتے ہیں کہ احساسات قوتِ حیات کے مریض ہونے کی پہلی اطلاع ہیں۔ اس کی مثال یوں سمجھ لیجئے کہ سائیکل کا ایک پہیہ اپنے نقطۂ اعتدال سے ہٹ جاتا ہے۔ یہ ایک غیر مادی تبدیلی ہے۔ اب سائیکل چلنے پر پہیہ فریم کے ساتھ رگڑ کھا کر آواز پیدا کرتا ہے۔ یہ آواز احساسات کے مشابہ ہے۔ ابھی کچھ نقصان نہیں ہوا۔ آپ چاہیں تو پہیہ پہلے نقطۂ اعتدال پر لے آئیں اور یہ آواز بند ہو جائے گی۔ لیکن اگر اس آواز پر دھیان نہ دیا گیا اور سائیکل سے بدستور کام لیا گیا تو جہاں سائیکل کی رفتار میں اس رگڑ کی وجہ سے نمایاں کمی پیدا ہو جائے گی وہاں کچھ عرصہ کے اندر فریم رگڑ والی جگہ سے کٹ جائے گا۔ یہ مادی تبدیلی نتیجہ ہے اس مرض کا جو پہیہ کو عارض ہوا تھا یعنی نقطۂ اعتدال سے ہٹ جانا۔ بعینہٖ یہی کیفیت قوتِ حیات اور جسم کی ہے۔ قوتِ حیات کا مرض غیر مادی ہوتا ہے۔ لیکن اس کے نتائج نہایت ہولناک ہوتے ہیں مرض کی مثال ہم غم۔ فکر۔ عشق ایسی غیر مادی کیفیات سے اچھی طرح سمجھ سکتے ہیں۔ جب ان کا اثر قوتِ حیات پر ہوتا ہے تو تمام مادی نظام درہم برہم ہو کر رہ جاتا ہے۔

۴۔ دوا خالقِ کائنات نے ہمارے لئے تمام ضروری دوائیں اپنی عنایتِ خاص سے مہیا کر دی ہیں۔ یہ دوائیں مفرد یعنی اکیلی اکیلی ہیں۔ مثلاً سنکھیا۔ کچلہ۔ افیون۔ پارہ وغیرہ وغیرہ۔ یہ دوائیں ہمیں جمادات۔ نباتات اور حیوانات سے

ملتی ہیں۔ ہر ایک دوا ایک کامل انفرادیت ہے جو اپنے خاص خدوخال رکھتی ہے جب تک کسی دوا کی خاصیتیں تندرست جسمِ انسانی پر معلوم نہ کر لی جائیں۔ وہ دوا اس قابل نہیں کہ کسی بیمار پر استعمال کرائی جائے۔

دوسرا ضروری امر دوا کے بارہ میں یہ ہے کہ دوا غیر مادی صورت میں ہونی چاہیئے تاکہ غیر مادی "قوتِ حیات" پر اثر انداز ہو سکے۔ کیوں کہ اگر ہم صرف مادی جسم کی مرمت کرتے رہیں گے تو اس سے ٹیڑھی اور بیمار قوتِ حیات تندرست نہ ہو سکے گی۔ لہٰذا ہومیوپیتھک ادویاتی پوٹنسیاں یا طاقتیں جن کے بنانے کا آگے اپنی جگہ پر ذکر آئے گا معرضِ وجود میں آئیں۔

علاجِ بالمثل کیسے واقع ہوتا ہے؟

یہ جان لینے کے بعد کہ بیمار صرف قوتِ حیات ہوتی ہے۔ ہم دوا سے قوتِ حیات کا علاج کرنا چاہتے ہیں۔ اس سلسلہ میں دوا کی مدد لینے سے یہ بات بالکل واضح ہے کہ ہم دوا کو قوتِ حیات اور قدرتی بیماری سے جو قوتِ حیات کو لاحق ہوئی ہے۔ زیادہ طاقتور سمجھتے ہیں۔ اگر درحقیقت ایسا نہ ہوتا تو ہم دوا کو کیوں مدد کے لئے طلب کرتے۔ اب جیسے کہ دوا کے بیان میں اوپر تحریر کیا گیا ہے کہ ہر ایک دوا اپنے ذاتی خدوخال رکھتی ہے اور قوتِ حیات کے بیمار ہونے کا حال ہمیں مختلف احساسات اور جسمانی تبدیلیوں سے ہو جاتا ہے چنانچہ ہم مختلف دواؤں کے چہرے

اور خدوخال بغور مطالعہ کرتے ہیں۔ اور اس واحد دوا کو چن لیتے ہیں جو مرض سے بالکل ملتی جلتی ہوتی ہے۔

اب ہم دوا کی ایک خوراک مریض کو دیتے ہیں۔ دوا دینے سے قبل مرض اور قوتِ حیات کی مندرجہ ذیل صورت ہوتی ہے
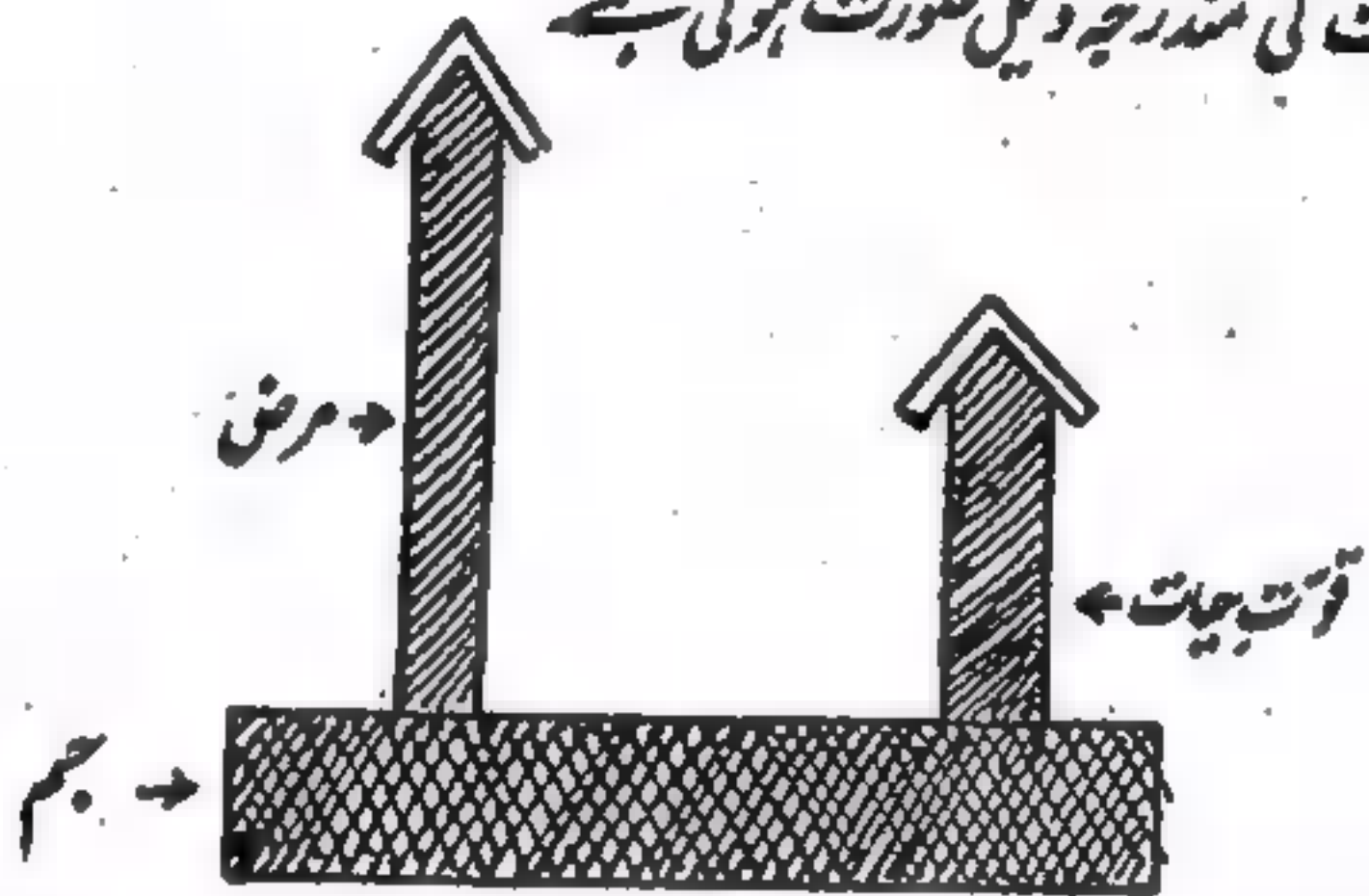
مرض قوتِ حیات سے زیادہ طاقت ور ہوتا ہے۔ جب ہم مرض کی مانند خدوخال رکھنے والی دوا جسم میں داخل کرتے ہیں تو درحقیقت ہم قدرتی مرض کو مزید مدد دیتے ہیں یا بالفاظ دیگر ہم مرض کو اور بڑھا دیتے ہیں اور مرض پہلے سے بڑھ جاتا ہے جیسے کہ نیچے دی گئی شکل سے ظاہر ہے۔

جب مرض ہماری دی گئی بالمثل دوا سے بڑھتا ہے تو صرف "ذہنی طور پر شکست خوردہ قوتِ حیات مرض کے اس نئے اضافہ کے مقابلہ کے لئے بلند ہوتی ہے" ذہنی طور پر اس لئے کہ پرانا مرض چونکہ آہستہ آہستہ قوتِ حیات پر اثر انداز ہوتا چلا جاتا ہے۔ اس لئے قوتِ حیات نہ معلوم طور پر مرض کے شکنجہ میں آکر مرض کی ہمراہی کی عادی ہو جاتی ہے اور اپنے آپ کو مرض کے ماتحت تصور کر لیتی ہے لیکن جب اسی قدرتی مرض کو بالمثل دوا سے بناوٹی طور پر یکدم تیز کر دیا جاتا ہے تو سوئی ہوئی قوتِ حیات یکایک جھنجھوڑی جاتی ہے اور اس شدید حملہ کے دفاع یا مقابلہ کے لئے بہت زیادہ بلند ہو جاتی ہے جیسے کہ مندرجہ ذیل شکل سے ظاہر ہے۔

قوتِ حیات بالمثل دوا کے بعد

مرض بالمثل دوا کے بعد

جسم
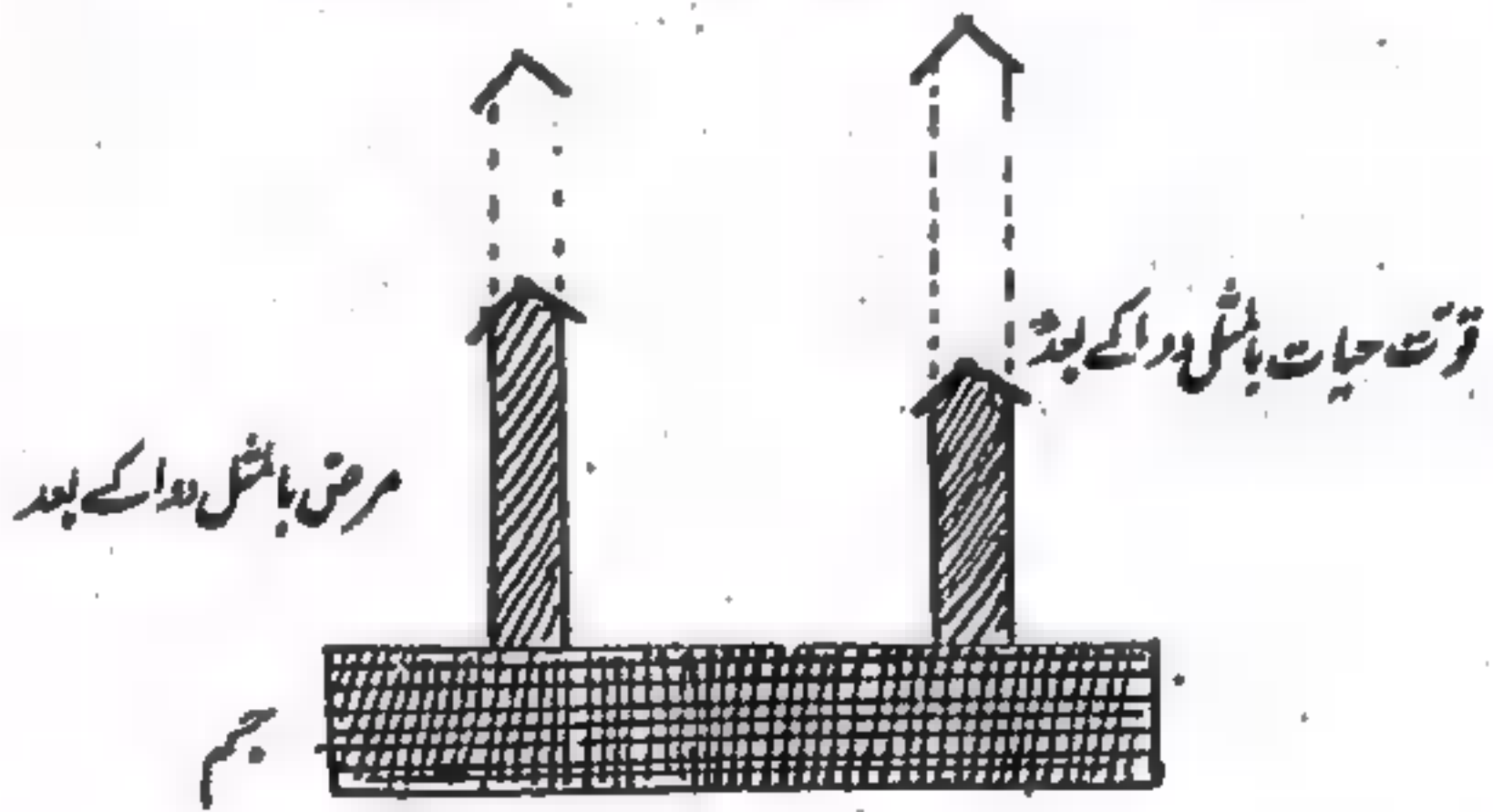
ہم نے بالمثل دوا کے ذریعہ سے قوتِ حیات کو اپنی سابقہ جامد حالت سے متحرک صورت دے دی ہے۔ ہماری بالمثل دوا جہاں قدرتی مرض سے زیادہ طاقتور ہوتی ہے وہاں اس قدر دیرپا نہیں ہوتی۔ چنانچہ کچھ عرصہ بعد دوا کا اثر کم ہونا شروع ہو جاتا ہے اور بالمثل دوا کے ساتھ قدرتی مرض بھی پسپا ہونا شروع ہو جاتا ہے۔ کیونکہ

اب قوتِ حیات اپنی پوزیشن بہت بلند کر چکی ہوتی ہے۔ جیسا کہ اس شکل سے ظاہر ہے۔
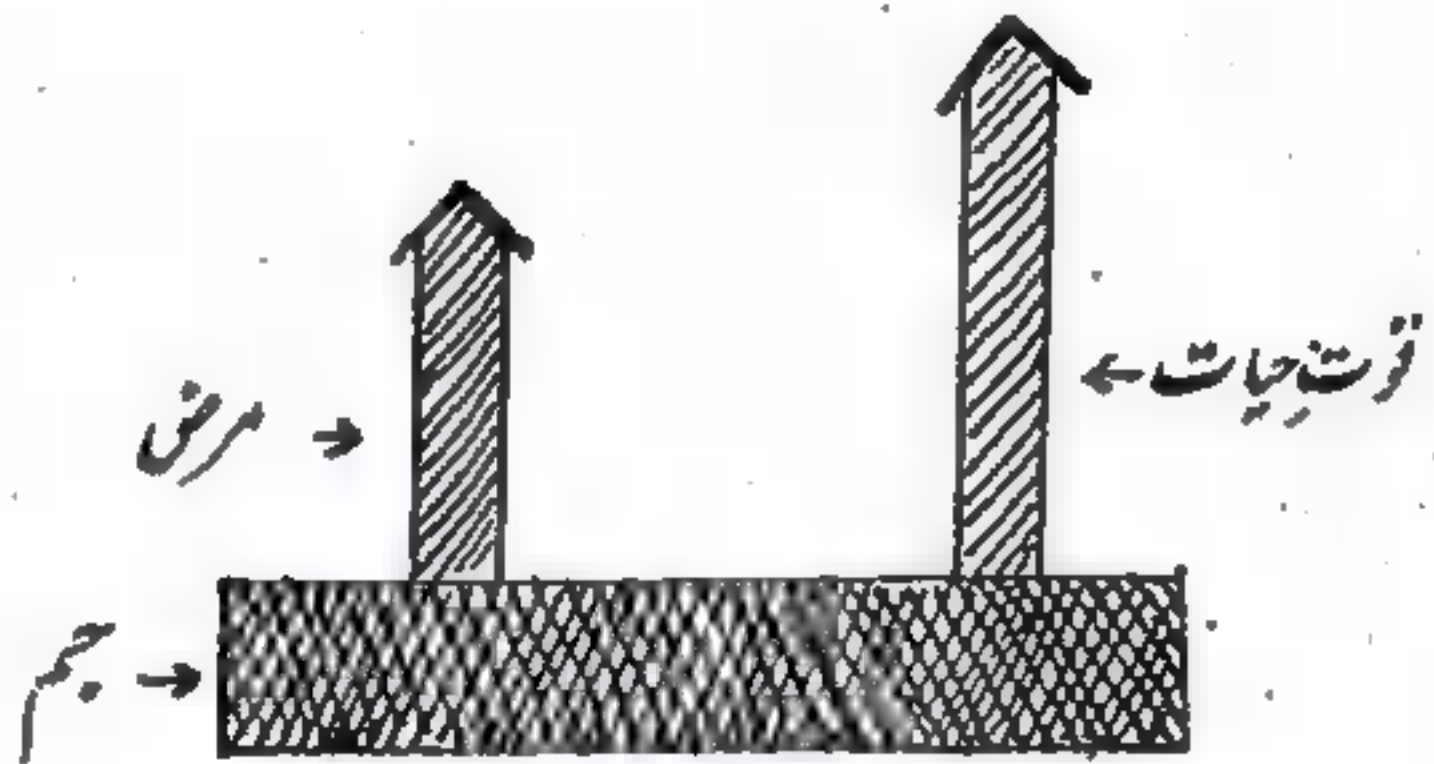
چنانچہ جسم پر مرض سے زیادہ قوتِ حیات کا کنٹرول بڑھ جاتا ہے۔ ٹوٹے پھوٹے جسم کی مرمت ہونے لگتی ہے۔ جسم اور اس کے اعضاء میں خوشحالی کا دَور دَورہ ہونے لگتا ہے۔ جب کبھی مرض پھر قوتِ حیات سے تجاوز کرنے لگتا ہے۔ تو ہم بالمثل دوا کی بلند سے بلند تر پوٹینسیوں کے ذریعہ سے اسی طرح سے قوتِ حیات کو ابھارتے رہتے ہیں۔ حتّٰی کہ تمام جسم پر قوتِ حیات کا تسلط ہو جاتا ہے اور مرض ختم ہو جاتا ہے چنانچہ انجام کار مندرجہ ذیل صورت پیدا ہو جاتی ہے۔

قوتِ حیات

جسم
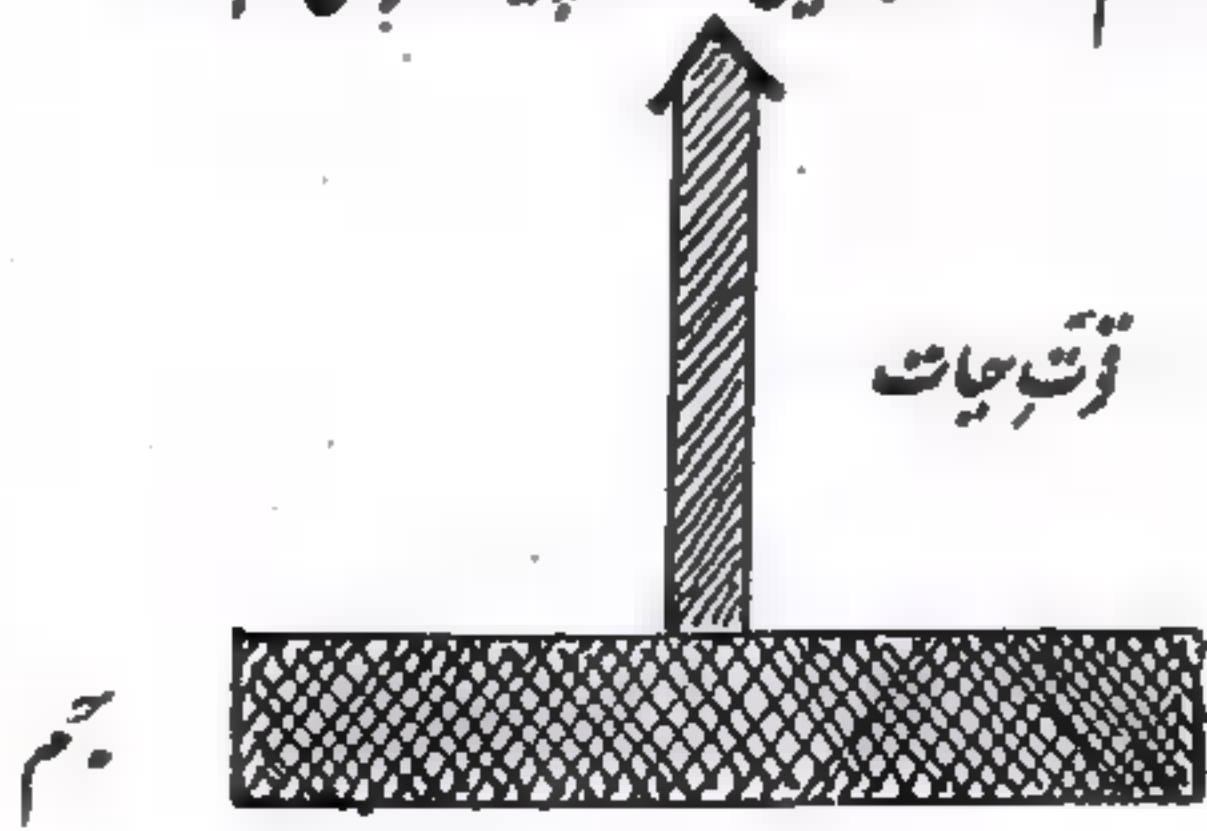
اور یہی صورت فطری صورت ہے۔

ہم نے اس تمام کارکردگی میں کیا حاصل کیا؟

ہمارے مدِ نظر صرف ایک مقصد تھا اور وہ تھا قوتِ حیات کو جسمِ انسانی پر بلا شرکتِ غیرے حکمران کرنا کیوں کہ صرف قوتِ حیات ہی وہ جائز ترین طاقت ہے جو جسمِ انسانی کو صحت کی حالت میں رکھ سکتی ہے کیوں کہ پیدا کرنے والے نے قوتِ حیات کو وہ تمام صلاحیتیں عنایت فرمادی ہیں، جو جسمِ انسانی کو درست حالت میں رکھنے کے لئے ضروری ہیں۔ اس کے علاوہ اگر کوئی چاہے کہ قوتِ حیات کا نعم البدل پیدا کرے تو قطعاً ناممکن ہے۔ درست اور جائز طریقِ کار یہی ہے کہ حق را بحقدار باید رسید۔

ہم نے اس تمام دوران میں جسمِ انسانی کو ہاتھ تک نہیں لگایا۔ ہم نے اپنی مرضی سے کسی عضو کو اپنا کام زیادہ یا کم کرنے پر مجبور نہیں کیا۔ کیوں کہ ہم ایسا کرنے کے اہل نہیں ہیں۔ ہم نے بہترین مصلحت اندیشی سے کام لیتے ہوئے صرف اس شخصیت کو خبردار کر دیا ہے جس کے گھر میں رہزنی ہو رہی تھی اور اس نے خود اٹھ کر رہزنی کا قلع قمع کیا۔

یہ ہے مختصر طور پر علاج بالمثل کی داستان۔

اب علاج بالضد کی کارگزاری سنیئے۔

علاجِ بالضّد کی کارگزاری

ہم نے پیشتر ازیں ہومیو پیتھک نظریات میں چار چیزوں کی اہمیت کو بیان کیا ہے اور وہ چار چیزیں قوتِ حیات، جسم انسانی، مرض اور دوا ہیں۔ علاج بالضّد میں قوتِ حیات کوئی حیثیت نہیں رکھتی۔ اس علاج میں صرف تین چیزوں کو مدِنظر رکھا گیا ہے جو یہ ہیں۔

۱۔ جسم انسانی

۲۔ مرض

۳۔ دوا

جو مرض، دوا اور جسم انسانی کا تصوّر ہومیو پیتھی میں موجود ہے۔ وہ علاج بالضّد میں مفقود ہے۔ علاج بالضّد والوں کے نزدیک ان چیزوں کا تصوّر مختصراً درج ذیل ہے۔

۱۔ جسمِ انسانی جسم انسانی چار مادوں سے مرکب ہے جو خون، بلغم، صفرا اور سودا ہیں۔ یہ چار مادے اپنے الگ الگ خواص رکھتے ہیں جب ایک مادہ کی مقدار یا توازن جسم میں کم و بیش ہو جاتا ہے تو جسم انسانی میں خرابیاں پیدا ہونی شروع ہو جاتی ہیں۔ اگر ان مادوں کے توازن کو از سرِ نو قائم کر دیا جائے تو جسم انسانی صحت یاب ہو جاتا ہے۔

یہ صرف نظریہ ہی نظریہ ہے کیوں کہ اگر مریض کے مزاج کو کسی ایک گروپ میں شامل کر دیا جائے اور اس کے مطابق بخیال خود اس مادہ کو دافع مادہ دوا سے دور کرنے کی کوشش کی جائے تو ہو سکتا ہے کہ مادہ کے جسم سے اخراج کے بعد وقتی طور پر سکون محسوس ہو اور درحقیقت اسی وقتی سکون کے بل بوتے پر یہ علاج آج تک بنی نوع انسان کی گردن پر سوار ہے۔ لیکن یہ وقتی سکون دیر پا نہیں ہوتا اور پھر وہی مادہ آ سر اٹھاتا ہے۔ چنانچہ پھر دافع مادہ دوا دینی پڑتی ہے اور یہ چکر یونہی چلتا چلا جاتا ہے۔ جیسے کہ مندرجہ ذیل شکل سے ظاہر ہے۔
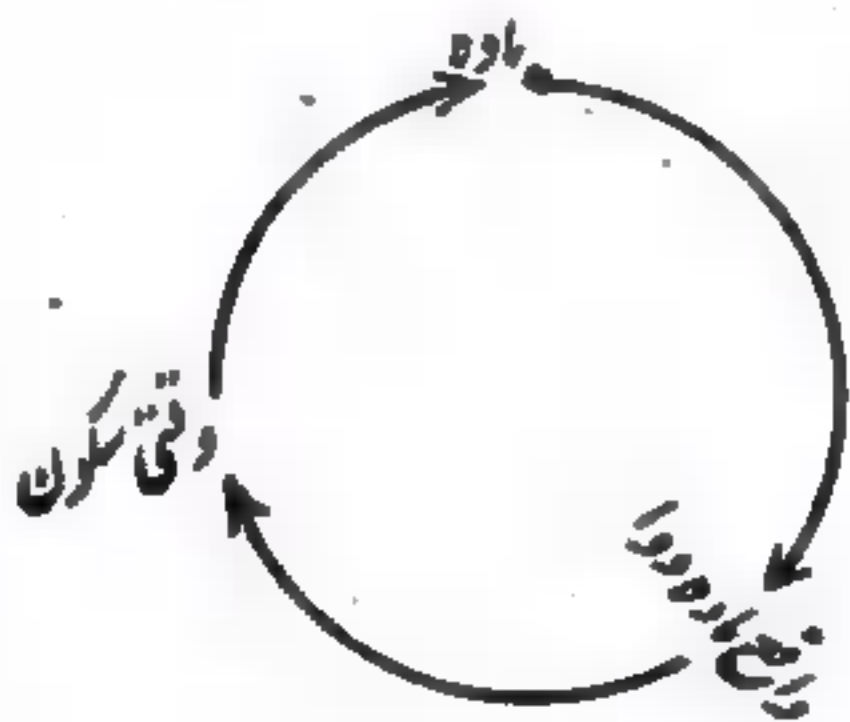
مادہ کو دافع مادہ دوا سے کم کیا جاتا ہے۔ جس سے وقتی سکون حاصل ہوتا ہے اسی اثنا میں مادہ پھر تیز ہو جاتا ہے۔ پھر دافع مادہ دوا دی جاتی ہے۔ علیٰ ہذا القیاس اور یہ چکر اسی طرح سے چلتا چلا جاتا ہے اور اس چھان پھٹک میں مریض اور مریض کے اعضا کا بھرتہ ہو جاتا ہے۔

اگر یہ دافع مادہ طریقۂ علاج درست ہوتا تو

د۔ دوبارہ مادہ نئی شدت کے ساتھ سر نہ اٹھاتا۔

ی۔ جسمِ انسانی دن بدن کمزور اور لاغر نہ ہوتا چلا جاتا۔

علاجِ بالضد کی نوخیز اور فیشن زدہ دختر تو اب اپنی بوڑھی ماں کے نظریات سے اختلاف کرنے لگی ہے۔ وہ مادوں کے جھنجھٹ میں پھنسنا ہی نہیں چاہتی بلکہ خوردبین میں اپنی مصلحت دیکھتی ہے۔ یعنی تمام امراض کو بے چارے جراثیم کے سر تھوپ دیتی ہے اور یوں قصّہ مختصر کرتی ہے۔ تمام بیماریاں جراثیم پیدا کرتے ہیں لہٰذا جراثیم کو قتل کرنے والی دوائیں استعمال کرو اور اس مارشل لا میں جراثیم تو شائد قتل ہوتے ہوں گے یا نہیں (کیوں کہ دنیا میں جراثیموں کی کمی نہیں اور صرف مریض کے جسم تک محدود بھی نہیں ہوتے کہ پھر واپس اس جسم میں نہ آسکتے ہوں) جسمِ انسانی کا قتلِ عام ضرور ہو جاتا ہے۔

مرض

علاجِ بالضد کے نظریۂ مرض کا کسی قدر ذکر اوپر جسمِ انسانی کے بیان میں ضمناً آچکا ہے۔ اس علاج کے نزدیک مرض صرف چار مادوں کا کم و بیش ہو جانا ہے لیکن اس کا کون جواب دے گا کہ یہ چار مادے یا خلطیں کیوں کم و بیش ہو جاتی ہیں۔ زیادہ سے زیادہ اس بارے میں یہ جواب دیا جائے گا کہ غذائی بد پرہیزی یا آب و ہوا کی تبدیلیاں اِن مادوں کو اپنے مرکزِ اعتدال سے ہٹا دیتی ہیں۔ لیکن یہ سب چیزیں صرف سببِ تحریک ہیں اور جہاں جسمِ انسانی میں تحریک حاصل کرنے کی آمادگی نہ ہو یہ سب چیزیں خواہ مخواہ مادوں کو تحریک نہیں دے سکتیں۔ لہٰذا ثابت ہوا کہ کوئی چیز ان مادوں سے پہلے مرکزِ اعتدال

سے ہٹ چکی ہے جس کے نتیجہ کے طور پر جسم اور اس کے تمام اعضاء بمعہ مادوں وغیرہ کے بیرونی تحریک کو قبول کر رہے ہیں۔ ہومیوپیتھی کہتی ہے وہ وائٹل فورس یعنی قوتِ حیات ہے جس کے مرکزِ اعتدال سے ہٹ جانے پر جسم انسانی ہر کس و ناکس کی گذر گاہِ عام بن گیا ہے۔ غیر ہومیوپیتھک علتیں اس بارہ میں کیا کہنا چاہتی ہیں:

دوا

جب نظریہ ہی یہ ہو کہ جسم انسانی سے مادوں کا اخراج کرنا ہے تو جو چاہو استعمال کرو۔ قوتِ حیات کو ایسے علاج سے کیا فائدہ پہنچ سکتا ہے بلکہ مادوں کے خارج کرنے کے بہانے سے ایسا علاج جسم کی قیمتی رطوبات کو رفتہ رفتہ ختم کر دیتا ہے اور انسان بن آئی موت مر جاتا ہے۔

اس علاج کے ادویاتی طلسم کا بھانڈا بھی اگر آپ کے سامنے پھوڑ دیا جائے تو آپ کہیں گے کہ یہ تو وہی مثال ہوئی کہ کھودا پہاڑ اور نکلا چوہا اور وہ بھی بیچارا مادہ کے نیچے دب کر مرا ہوا۔

یہ ایک مسلمہ امر ہے کہ ہر دوا کے لینے پر دو قسم کے اثرات جسم انسانی میں پیدا ہوتے ہیں۔ جنہیں ہم ابتدائی اثر اور ثانوی اثر کہہ سکتے ہیں۔ ابتدائی اثر دوا کے لینے پر پیدا ہوتا ہے اور ثانوی اثر۔ جب دوا ترک کر دی جائے۔ تو بطور ردِ عمل کے پیدا ہوتا ہے۔ ابتدائی عمل وا ثر دوا کا اثر کہا جا سکتا ہے اور ثانوی اثر طبیعت کا دوا کے خلاف ردِ عمل۔ ایک جلاب آور دوا مثلاً جمال گوٹہ کے لینے پر عمل کر دست شروع ہو جائیں گے۔ لیکن جب اس دوا کا استعمال ترک کر دیا جائے گا اور اس دوا کے اثرات کم ہونے شروع ہوں گے تو شدید قبض پیدا ہو جائے گی۔

کھل کر اسہال کا آنا جمال گوٹہ یعنی دوا کا عمل دا اثر ہے اور شدید قبض کا پیدا ہونا طبیعت کا ردِّ عمل۔ اور علاج بالضد والوں میں تمام سلسلہ اسی طرح چلتا ہے کہ طبیعت کو شدید دواؤں سے دھمکاتے ہیں۔ اور جیسے ہی طبیعت یعنی قوتِ حیات کو اس کی مزاجی بازپرس سے افاقہ نصیب ہوتا ہے تو وہ فوراً اپنے تحفظ میں پہلے سے زیادہ قلعہ بند ہو جاتی ہے۔ چنانچہ یہ سلسلہ بھی لامحدود ہے اور جب تک مریض کے دم میں دم ہے اسے اس شعبدہ بازی کو دیکھنا ہی پڑتا ہے۔ ادھر معالج بٹن دبائے اور ادھر مریض ایک خاص پاخانہ کر دے۔ یعنی کہ مریض کا پاخانہ معالج کے ہاتھ میں ہے کہ جب چاہے واگذار کر دے جب چاہے روک لے۔ سچ ہے کہ اس کے علاوہ مریض کیسے قابو میں رہ سکتا ہے۔

جنہیں غیر ہومیوپیتھک طبیب تسکین بخش دواؤں کے نام سے یاد کرتے ہیں۔ وہ بھی ایک آفت ہی ہیں۔ اسپرین دردمار دواؤں کی سرتاج سمجھی جاتی ہے۔ اس کے ساتھ مارفیا کا ٹیکہ یعنی افیونی ٹیکہ بہترین مسکن دوا تصور کیا جاتا ہے یہ اور اس قبیل کی دیگر تمام ادویات جہاں وقتی طور پر سکون پہنچاتی نظر آتی ہیں وہاں جلد ہی ان کی اصل قیمت بھی مریض کو ادا کرنی پڑ جاتی ہے۔ ان دواؤں کے عارضی تسکین بخش سلوک سے متاثر ہو کر جسم اور قوتِ حیات گھوڑے بیچ کر سو جاتے ہیں لیکن جب مرض کے کھلے میدان میں جہاں کہ ہر طرف جسم کو کپکپا دینے والی سرد اور تیز ہوا میں چل رہی ہوتی ہیں۔ ان دواؤں کا لحاف مریض سے اتار لیا جاتا ہے تو مریض کو اگلا جہان نظر آنے لگتا ہے۔ اب یا تو ان دواؤں کا لحاف پھر مریض پر ڈال دو یا بسمل کا

تڑپنا ملاحظہ فرماؤ۔ گھر والے تو ہے ایک طرف۔ ڈاکٹر صاحب بھی حواس باختہ ہوتے لگتے ہیں اور مریض پر پھر سے وہی لحاف ڈال دیا جاتا ہے کیونکہ مرنے والے نے تو مرنا ہی ہے کیوں گھر والوں کی نیند کو خراب کیا جائے۔ یہ گھر والے نادان باری باری اسی پھانسی پر چڑھتے ہیں لیکن دم نہیں مارتے کیوں کہ ان کے دماغ میں یہ بات ٹھونس دی گئی ہوتی ہے کہ یہ آخری چارۂ کار ہے چنانچہ یوں ان کی قسمت پر علاج بالضد کی مہر ثبت کر دی جاتی ہے۔ یہ انسان کو تڑپتا نہ دیکھ سکنے والا علاج قوّتِ حیات کا کام مسکن ادویات کو سونپ کر انسان کو اپاہج بناتا چلا جاتا ہے۔ تکلیف سے تڑپتے ہوئے انسان کو آرام پہنچانا معالجہ کا سب سے پہلا فرض ہے لیکن یہ آرام مستقل ہونا چاہیئے۔ وقتی سکون کے سبز باغ دکھا کر مریض سے اس کی قوّتِ مدافعت تو نہ چھین لی جائے جس کا نتیجہ ہمیشہ مرض کا غلبہ اور مریض کا مغلوب ہونا ہوتا ہے

ان کا علاج کسی ایک ڈھب پر اور کسی ایک اصول کے تابع نہیں ہے جیسے کہ اوپر دی گئی عبارت سے واضح ہے یہ لوگ جیسے کام چلتا دیکھتے ہیں ویسے ہی پینترا بدل لیتے ہیں۔ ان کو اس بات سے کوئی تعلق نہیں کہ ان کی تیز ادویات کا قوّتِ حیات اور جسم پر کیا اثر ہو رہا ہے۔ انہیں اتنا بھی علم نہیں ہے کہ جلدی ابھاریں خود بخود جلد پہ پیدا ہو گئی ہیں یا کوئی چیز انہیں جلد پر بھیجنے والی ہے لہٰذا ان پر خوب مرہم ملتے ہیں اور یوں مریض کی چمڑی ادھیڑتے ہیں۔

دواؤں میں خالق کائنات نے تیز اثرات پیدا کئے ہیں اور یہ تیزی قوّتِ حیات اور قدرتی مرض سے کئی گنا بڑھ کر ہے۔ ہومیو پیتھی بھی انہیں دواؤں کا استعمال

کرتی ہے مگر مضرت کا پہلو بچا کر لیکن غیر ہومیوپیتھک طبیں انہی دواؤں کا استعمال نہایت برُے طریقے سے کرتی ہیں۔ ایلوپیتھی نیز مادی ادویات کے بل بوتے پر "نمائشی صحت" پیدا کرتی ہے اور طب یونانی "بحرانِ کاذب" پیدا کرتی رہتی ہے چنانچہ دونوں کے پاس صحتِ کاملہ عطا کرنے کا کوئی باقاعدہ پروگرام یا اسکیم نہیں ہے۔

مریض کو جلد یا بدیر اس "نمائشی صحت" کی قیمت ادا کرنی پڑتی ہے جو کہ عموماً مریض کی اس قیمتی زندگی سے کم نہیں ہوتی جسے وہ ہر قیمت پر بچانا چاہتا ہے۔ اگر مریض کو قبل از وقت اس بات کا علم ہوسکے کہ اسے اتنے گہرے پانی میں لے جایا جارہا ہے جہاں اسے زندگی ہی سے ہاتھ دھونے پڑیں گے تو وہ کبھی کبھی ان غلط علاجوں کی طفل تسلیوں پر کان نہ دھرے۔

غیر ہومیوپیتھک طبیں بازاری عورت کی مانند اس وقت تک مریض سے سروکار رکھتی ہیں۔ جب تک کہ مریض جیب اور صحت سے خالی نہیں ہوجاتا پھر اسے نچوڑی ہوئی ہڈی کی مانند اپنے عشرت کدہ سے باہر پھینک دیتی ہیں۔

ہم غیر ہومیوپیتھک طبوں کے معالجین کے خلوص نیت کے بارے میں جو وہ مریض کے حق میں رکھتے ہیں، خواہ مخواہ شک کرنے کی کوئی ضرورت محسوس نہیں کرتے۔ لیکن ہم ان کے خلوصِ نیت کو کیا کریں جب کہ وہ اپنی غلط روی کی وجہ سے شب و روز مریضوں کا تیا پانچا کر رہے ہیں۔ اگر ان کی ضمیر اپنی کارکردگی سے سو فیصدی مطمئن ہے تو کس کی ضمیر اپنی کارکردگی پر مطمئن نہیں ہوتی یا مطلق

نہیں کر لی جاتی لیکن کیا ہانمن اعظم کی آرگینن[1] کے دنیا میں موجود ہونے کے باوجود اپنی ضمیر سے مطمئن ہونے میں حق بجانب ہیں؟ پہلے آرگینن کو باطل کریں یا اپنے طریق کو باطل کہیں ورنہ کہنے والا تو ایسی باضمیری کو منافقت ہی کہہ سکتا ہے۔ آب آمد تیمم برخاست۔ آپ کے پہلے گناہ معاف لیکن آئندہ کے لیے راہِ راست تو اختیار کر لو۔

سوال و جواب

تقریباً ہر ہومیوپیتھ سے لوگ ہومیوپیتھی کے بارے میں سوالات پوچھتے ہیں بعض سمجھنے کے لیے پوچھتے ہیں اور بعض نہ سمجھنے کے لیے۔ جو سمجھنا چاہتے ہیں وہ یہ نہیں دیکھتے کہ کون بتا رہا ہے بلکہ یہ دیکھتے ہیں کہ کیا بتا رہا ہے اور جو نہیں سمجھنا چاہتے وہ اگر چاہیں بھی تو اپنے دل کو تسلی نہیں دے سکتے کہ یہ معمولی قسم کے ہومیوپیتھ اپنے

---

[1] آرگینن ہانمن اعظم کا قانونِ طب ہے جس میں ۲۹۱ دفعات ہیں۔ بہت سے نامی گرامی ایلوپیتھک ڈاکٹروں نے اس کا رد لکھنے کی کوشش کی لیکن اس کی حقانیت سے مرعوب ہوئے اور پرانے راستہ کو خیر باد کہہ کر حقیقت سے رشتہ جوڑا۔

بڑے بڑے رازوں سے آشنا کیوں کر ہو سکتے ہیں، ہو نہ ہو ان میں کوئی غلطی ضرور ہوگی ورنہ ہمارے سکہ بند بوتلوں والے اتنے بڑے گناہ کے مرتکب نہیں ہو سکتے ان دو قسم کے اصحاب میں سے ایک اپنی آنکھوں سے دیکھتا ہے اور دوسرا دوسروں کی آنکھوں سے۔ پہلا اپنی عقل سے کام لیتا ہے اور دوسرا دوسرے کی عقل سے اور

خدا رحمت کند ایں عاشقانِ پاک طینت را

جو سوالات بالعموم پوچھے جاتے ہیں ہم ان کے جوابات ذیل میں درج کرتے ہیں۔ اگر کوئی صاحب ان کے علاوہ کوئی سوال پوچھنا چاہیں تو براہ راست مصنف کتاب ہذا سے استفسار فرما سکتے ہیں۔

سوال نمبر ا۔ کیا وجہ ہے کہ ہومیوپیتھک دوائیں بہ نسبت ایلوپیتھک دواؤں کے زیادہ دیر بعد اثر کرتی ہیں؟

جواب۔ اگر ہم یہ کہیں کہ کیا وجہ ہے کہ ایلوپیتھک ادویات زیادہ دیرپا اثر نہیں رکھتیں تو اس کا آپ کے پاس کیا جواب ہے؟ ایلوپیتھک دوائیں درحقیقت مریض کو وقتی سکون پہنچانے اور تیز اور پُردرد علامات کو دبا دینے کے لئے استعمال کی جاتی ہیں جیسے کہ مارفیا یا اسپرین وغیرہ ہیں۔ اس طریقہ سے معالج کس قدر آسانی سے کامیابی کے پھولوں سے لد جاتا ہے اور لوگوں کی جیبیں ایسے سکون بخش علاج پر سونا چاندی نچھاور کرنے کے لئے کھل جاتی ہیں لیکن اس تمام شوراشوری کا نتیجہ وہی ڈھاک کے تین پات ہوتا ہے۔ مرض جوں کا توں قائم رہتا ہے اور کچھ عرصہ دب کر پھر سر اٹھاتا ہے۔ عقیدت مند مریض پھر معالج کے درِ دولت پر حاضری دیتا ہے

اور معالج پھر اس سے وہی پہلا سلوک دہراتا ہے اور یہ سلسلہ شیطان کی آنت کی طرح یونہی چلتا چلا جاتا ہے اور بالآخر مریض کی زندگی کے ساتھ ختم ہوتا ہے۔

لیکن ہومیو پیتھی میں اس طرح کا کوئی معالجاتی دھوکہ مریض کو نہیں دیا جاتا۔ بلکہ مریض کی قوتِ حیات کو تحریک دی جاتی ہے۔ کہ قوتِ حیات خود مرض کو دُور کرے۔ ہومیو پیتھک دوا کا اثر قوتِ حیات پر اسی وقت سے شروع ہو جاتا ہے۔ جب کہ دوا مریض کے منہ میں ڈالی جاتی ہے۔ البتہ مریض قوتِ حیات آہستہ آہستہ سنبھلتی ہے اور رفتہ رفتہ جسم کی اصلاح کرتی چلی جاتی ہے۔ جتنا گہرا مرض ہوتا ہے اسی قدر زیادہ وقت قوتِ حیات کو اپنی اور جسم کی اصلاح میں لگتا ہے۔ اگر مرض سطحی اور معمولی ہو تو قوتِ حیات کو نہایت تیزی سے جسم کی اصلاح کرتی نظر آتی ہے لہٰذا ہومیو پیتھک دوا سُست نہیں ہے۔ مریض کی قوتِ حیات پر سُستی اور تیزی کا دار و مدار ہے۔ تیز ایلو پیتھک دوا کو قوتِ حیات سے کوئی واسطہ نہیں ہوتا۔ اس کا کام یکدم تمام جسم پر چھا جانا ہے۔ اور بچہ سقہ کی حکومت قائم کر دینا ہے۔ بقولے ؎

دریا کو اپنی موج کی طغیانیوں سے کام
کشتی کسی کی پار ہو یا درمیاں رہے

یہی وجہ ہے کہ جب لوگ تیز ایلو پیتھک دوا کا فوری اثر ملاحظہ کرتے ہیں۔ تو اس علاج کی زود اثری کے قائل ہوتے چلے جاتے ہیں لیکن یہ نہیں دیکھتے کہ یہ دوا زود اثری کے ساتھ ساتھ کوئی اصلاحی پہلو نہیں رکھتی بلکہ شراب یا افیون کی طرح ان دواؤں کی لت پڑ جاتی ہے کیا کوئی عقلمند شرابی یا افیونی کی اس دلیل کو قبول کر

لے گا کہ چونکہ شراب یا افیون سے اِن نشہ بازوں کی طبیعت سنبھل جاتی ہے اور استعمال نہ کرنے سے بگڑ جاتی ہے۔ لہٰذا شراب یا افیون کا استعمال ایک جائز اور صحت بخش علاج کی حیثیت رکھتا ہے۔

اس حقیقتِ حال سے آپ اندازہ لگا سکتے ہیں کہ معیارِ شفا کا کوئی صحیح اندازہ پبلک کے دماغوں میں موجود نہیں ہے۔ اگر ہومیوپیتھی ایسے مریض کو دو سال میں صحتِ کاملہ عطا کر دیتی ہے جو غیر ہومیوپیتھک طبیں اس مریض کو زندگی بھر نہیں دے سکتیں تو کیا انصاف کا یہی تقاضا ہے کہ ہومیوپیتھک علاج کو سست رو علاج کہا جائے اور ہومیوپیتھک دواؤں کو زیادہ دیر بعد اثر کرنے والی دوائیں کہا جائے۔

سوال نمبر ۲:۔ جب ہومیوپیتھک پوٹنسی میں کوئی دوا مادی صورت میں موجود نہیں ہوتی تو وہ کس طرح سے فائدہ پہنچا سکتی ہے؟

جواب:۔ یہ سراسر یار لوگوں کا پروپیگنڈا ہے کہ ہومیوپیتھک پوٹنسی میں دوا کا اثر باقی نہیں رہتا۔ مادہ کا آخری تقسیم شدہ ذرہ ایٹم کہلاتا ہے یعنی مادہ ایٹم تک تقسیم کیا جا سکتا ہے۔ ایٹم ایک خیالی اور فرض شدہ چیز ہے اور آج تک کسی تیز ترین خوردبین سے بھی دیکھنے میں نہیں آئی لیکن ایٹم کا وجود دنیا کے نزدیک ایک حقیقت کا مرتبہ رکھتا ہے۔ ہم پوٹنسی کے ذریعہ سے دوا کے مادہ کو توڑتے چلے جاتے ہیں۔ مادی کثافت کم ہوتی چلی جاتی ہے اور ایٹمی صلاحیتیں باہر نکلنی شروع ہو جاتی ہیں۔ یاد رہے کہ ایٹم کی تشکیل میں الیکٹرون پروٹون اور نیوٹرون کا اجتماع ہے جو سراسر برقی طاقتیں ہیں۔ کہا جا سکتا ہے کہ اگر ایک من یا اس سے کم لوہے

سکے ایٹموں کی طاقت توڑ کر نکالی جا سکے تو اس کرۂ ارض کو اڑا کر فنا کر دینے کے لئے کافی ہو۔ انسان نے ابھی تک بیرونی دنیا کی سیر کی ہے۔ اندرونی دنیا پر اب اس کی نظر پڑنے لگی ہے۔ اندرونی دنیا وہ ہے جو اس بیرونی دنیا کے لئے روح کا درجہ رکھتی ہے۔ اگر اندرونی دنیا نہ ہوتی تو بیرونی دنیا کا کارخانہ کبھی کا زنگ آلود ہو چکا ہوتا۔ بہرکیف آج جب کہ ایٹم کا راز فاش ہو چکا ہے دنیا کے سائنس دان ہانمن اعظم کی بارگاہ میں عقیدت کے پھول پیش کر رہے ہیں کیوں کہ اس دنیا نے آپ گل میں یہ پہلی شخصیت تھی جس نے بنی نوع انسان کے دکھوں کو دور کرنے کے لئے دواؤں کے ایٹم توڑے اور مادے کا سینہ چیر کر اس قوت کو باہر نکالا جو ابتدائے آفرینش سے باہر نکالے جانے کے لئے بیقرار ہو رہی تھی۔

اب اگر ہم کسی دوا کی پوٹنسیاں تیار کرنے لگتے ہیں تو ہم نہیں کہہ سکتے کہ کون سی پوٹنسی پر جا کر یہ دوا اکیلے اکیلے ایٹم کی شکل اختیار کرتی ہے اگر بالفرض 200 پوٹنسی پر جا کر دوا کے ذرات ایٹمی صورت اختیار کرتے ہیں تو 200 پوٹنسی مادی دائرہ کے اندر ہوگی لیکن اگر اس کے بعد پوٹنسی کا عمل بڑھاتے چلے جاویں تو ایٹمی خول میں مستور طاقتیں باہر نکل آئیں گی۔ آج کا ہومیو پیتھ ۱۰ لاکھ بلکہ اس سے بھی بلند تر ادویاتی پوٹنسیاں استعمال کر رہا ہے اور جوں جوں پوٹنسی بڑھتی چلی جاتی ہے۔ دوا کی ردِ عمل پیدا کرنے کی قوت تیز تر ہوتی چلی جاتی ہے۔ ایک لاکھ یا اس سے زیادہ پوٹنسی کا تیار کرنا تو مشین کے ذریعہ ہی سے ممکن ہے۔ آپ بطور تجربہ ایک قطرہ سنکھیا سفید سنکھیہ لے کر اور ہومیوپیتھک طریقہ پوٹنسی سے ۳۰ طاقت تک اپنے ہاتھ سے لے جائیں اور پھر اس دوا کو اس کی

علاماتِ مخصوصہ کے ماتحت کسی مریض کو استعمال کراویں۔ آپ کے اطمینانِ قلب کے لئے یہی عمل کافی ہو رہے گا۔

اب جب کہ ہم نے یہ تسلیم کرلیا کہ ایٹمی طاقت عام مادہ سے زیادہ طاقتور چیز ہے اور یہ بھی تسلیم کرلیا کہ قوتِ حیات ہی جسم انسانی میں نیک و بد کی ذمہ دار ہے تو ہم ادویات کی مادی صورت اور کیفیت کے محتاج نہیں رہتے۔ ہم ایک نظر نہ آنے والی قوت سے دوسری نظر نہ آنے والی قوت کا علاج کرتے ہیں۔ دوبارہ عرض کروں گا کہ آپ اپنے ہاتھوں سے سنکھیا سفید کی ۳۰ پوٹنسی تیار کرکے تجربہ کرلیں کیوں کہ ؎

شنیدہ کے بود مانندِ دیدہ

پھر آپ کی سو فیصدی تسلی ہو جائے گی۔

سوال نمبر ۲:۔ اگر آپ کے دعوے کے مطابق ہومیوپیتھی ہی سچی طب ہے تو کیا وجہ ہے کہ لوگوں میں اس کا عام رواج نہیں حالانکہ ایلوپیتھی اور یونانی علاج کا ملک میں عام رواج ہے۔

جواب:۔ رواج کی بھی آپ نے ایک ہی کہی اور سچ اور جھوٹ کا معیار آپ نے خوب تجویز کیا۔ اگر آپ لوگوں میں ان رواجوں پر غور فرمائیں جن پر دولت اور صحت کو بے تحاشا قربان کیا جارہا ہے تو آپ کو ان رواجوں کی پشت پناہی میں کوئی عقلی دلیل نہ مل سکے گی اور آپ ان رواجوں کے ہولناک نتائج سے کانپ اٹھیں گے۔ عوام بالعموم سہل انگار اور آرام پسند ہوتے ہیں۔ لہٰذا انہیں جسمانی بیماریوں کے لئے بھی ایسے ہی علاج کی ضرورت ہے جو لبس سلادے۔ وہ اپنی زندگی کی بنیادیں سو فیصدی

فطری لائنوں پر قائم کرنے کو تیار نہیں ہوتے۔ وہ اس انتظار کو مصیبت سمجھتے ہیں جو اصلی صحت کے واپس آنے کے لئے ضروری ہے۔ انہیں جھٹ منگنی اور پٹ بیاہ کی خواہش ہوتی ہے۔ آپ ان بے عیب زندگی کی شرط علاج کے ساتھ ساتھ نہیں لگا سکتے تو پھر آپ ہی کہئے کہ ہومیوپیتھی جس کی بسم اللہ ہی قوتِ حیات کو جسم انسانی پر بلا شرکتِ غیرے حکمران کرنا ہو اور جو کہ غیر فطری زندگی میں امر محال ہے۔ کیسے لوگوں میں رواج پا سکتی ہے اور پبلک کیسے ہومیوپیتھی سے مستفید ہو سکتی ہے ۔

بتوں سے میل خدا پر نظر یہ خوب کہی
شبِ گناہ و ثواب سحر یہ خوب کہی

ہاں البتہ غیر ہومیوپیتھک طبوں سے پبلک کو گو وقتی طور پر سہی دونوں چیزیں حاصل ہو جاتی ہیں۔ کیوں نہ ہو کند ہم جنس باہم جنس پرواز۔ اور اس طرح سے پبلک رند کے رند رہے، ہاتھ سے جنت نہ گئی۔ الا پتے ہوئے شاہراہِ زندگی پر مارچ کرتی نظر آتی ہے۔ ہومیوپیتھک علاج تو وہ کرائے جو قوانینِ فطرت کی پابندی اپنا شعار بنانا چاہتا ہو اور گزشتہ را صلواۃ آئندہ را احتیاط کے فارمولے پر عمل پیرا ہونا چاہے۔ ورنہ جب وہ دورانِ علاج میں قدم قدم پر اپنا پاؤں اڑائے گا تو جہاں خود نامراد رہے گا وہاں ہومیوپیتھی کے بدنام کنندوں میں اپنا نام لکھوا لے گا۔

ایسے مردانِ خدا کی بھی کمی نہیں جو بر ملا ہومیوپیتھک علاج کراتے ہیں اور قوانینِ فطرت کی بھی پوری پوری پابندی کرتے ہیں۔ ہمیں ایسے سرپرستوں پر فخر اور ناز ہے اور ہم سو غیر متوازن طبیعتوں پر ایک متوازن طبیعت کو زیادہ ترجیح دیں گے۔

اس بنیادی کمزوری کے بیان کے بعد کریج کا قصور نہیں زمین ہی زیادہ بنجر ہے۔ ہم اس سلسلہ میں کئی وجوہات ایسی گنوا سکتے ہیں جو ہومیوپیتھی کے آڑے آتی رہی ہیں اور اب بھی موجود ہیں۔ ان میں سے موٹی موٹی یہ ہیں۔

ہومیوپیتھی کی اعلیٰ پائے کی درسگاہوں کا نہ ہونا جس کے نتیجہ کے طور پر اعلیٰ قابلیت کے ہومیوپیتھس کا پیدا نہ ہو سکنا۔

سرکاری سہولتیں مہیا نہ ہونا جن میں نمایاں طور پر سرکاری ہومیوپیتھک ہسپتالوں کا نہ ہونا ہے۔

غیر ہومیوپیتھک طبوں کا بمقابلہ ہومیوپیتھی مدت ہائے دراز سے پبلک طریقہ علاج کا ہونا ہے۔

لیکن ان تمام منفی پہلوؤں کے باوجود جب ہم ہومیوپیتھی کی بلاکسی باضابطہ مدد کے روز افزوں ترقی دیکھتے ہیں تو ہم ہومیوپیتھی کے پہلے سے زیادہ معتقد اور اس کی سچائی پر پہلے سے زیادہ ایمان لے آتے ہیں۔ کیوں کہ دروغ کو کبھی فروغ نہیں ہوتا اور بلا سہارے ہومیوپیتھی کا ترقی کرنا اور وہ بھی تمام اطراف عالم میں اس کی سچائی پر ایک ایسی دلیل ہے جس سے انکار ممکن نہیں۔ اگر کسی صاحب کو اس میں کلام ہو تو ارشاد فرمائیے؛

اگر ہومیوپیتھی تمام دنیا کی سرکاری طب نہیں بن سکی تو یہ دنیا کی بدقسمتی ہے۔ قوانین فطرت اس سے قطعاً بے نیاز ہوتے ہیں کہ کوئی انہیں اپنائے۔ قوانین فطرت کو نہ اپنانے کی سزا ہر زمانہ میں ملتی رہی ہے آج بھی مل رہی ہے اور کل بھی ملے گی

سوال نمبر ۴:۔ کیا وجہ ہے کہ ہومیوپیتھی میں جلدی امراض میں جلد پر دوائیں استعمال کرنے کی بجائے صرف کھانے کی دوا دی جاتی ہے؟

جواب:۔ جلد آلات بول و براز کی مانند جسمانی غلاظتیں جسم سے دفع کرنے کا ایک وسیع و عریض ذریعہ ہے جو تمام جسم انسانی پر پھیلا ہوا ہے جہاں جلد بیرونی اثرات اور نقصان سے جسم کے اعضاء وغیرہ کو بچاتی ہے۔ وہاں اندرونی اعضاء اپنی گندگی جلد پر باہر پھینک دیتے ہیں اور اس طرح سے زہریلے اور نقصان دہ مواد سے امان حاصل کر لیتے ہیں۔ جلد اتنی اہم چیز نہیں ہے جتنے کہ اندرونی نرم و نازک اعضاء ہیں۔ لہٰذا ہم جلد پر ان گندے مواد کا پایا جانا گوارا کر لیں گے لیکن اندرونی اعضاء کو ہلاکت سے بچا لیں گے۔ یہ ایک بہت پرانا مشاہدہ ہے کہ جلد پر ابھاریں وغیرہ مدت العمر بغیر اندرونی نظام جسم کو نقصان پہنچائے قائم رہ سکتی ہیں۔ لیکن ان کا جلد سے غائب ہو کر اندر دب جانا خطرناک صورت حال کا پیش خیمہ ہے۔ یہی وجہ ہے کہ ہومیوپیتھی کھانے کی دوا دے کر ان ابھاروں کو اور باہر نکالتی ہے تاکہ جسم میں ان کا معمولی سا اثر بھی باقی نہ رہے۔ پھر یہ ابھاریں اندرونی دوا کے ذریعہ سے ہی جلد پر سے ختم ہو جاتی ہیں اور اس طرح سے جسم اندرونی اور بیرونی طور پر پاک و صاف ہو جاتا ہے۔ بیرونی تیز مرہمیں وغیرہ استعمال کرنے سے یہ ابھاریں جلد کو چھوڑ کر اندرونی اعضاء میں چلی جاتی ہیں اور وہاں فساد عظیم برپا کرتی ہیں یاد رہے کہ ۹۰ فیصدی اندرونی امراض جسم ان ابھاروں کے جسم میں قیام کرنے سے ہی پیدا ہوتے ہیں۔ بچپن میں عام بچوں کو پھنسی پھوڑوں وغیرہ

کا کثرت سے نکلنا اسی وجہ سے ہوتا ہے کہ اس عمر میں قوتِ حیات بہت تیز طرار ہوتی ہے جو جسم کے اندر ذرا سا میل بھی برداشت نہیں کر سکتی۔ یہ حقیقت ہے کہ بچپن میں کیا ہوا ہومیو پیتھک علاج انسان کی آئندہ کی تمام زندگی سنوار دیتا ہے۔ حاد امراض ہیں مبارک کی۔ چیچک۔ خسرہ وغیرہ کے دانوں کے دب جانے کی ہلاکت آفرینی کسی سے پوشیدہ نہیں۔

لہٰذا مرہم کا استعمال اپنے خون پر سانپ پالنے کے مترادف ہے۔

سوال نمبر ۵:۔ کیا وجہ ہے کہ بچے ہومیو پیتھک دواؤں سے بہت جلد شفایاب ہوتے ہیں۔

جواب:۔ بچوں میں قوتِ حیات بالکل تازہ دم اور صحت حاصل کرنے کے لئے صرف آمادہ ہی نہیں بلکہ بے قرار ہوتی ہے۔ لہٰذا ذرا سی ہومیو پیتھک دوا کی مدد ملنے سے فوری ردِ عمل کرتی ہے۔ زیادہ عمر کے لوگوں میں طوفانِ حیات کے تھپیڑوں نے بہت حد تک قوتِ حیات کو کُند کر رکھا ہوتا ہے۔ نیز پیدائشی مرض نے بھی اپنی جڑ مضبوط کر لی ہوتی ہے، یہی وجہ ہے کہ زیادہ عمر والوں میں ردِ عمل کی وہ شان پیدا نہیں ہوتی جو بچوں میں ہوتی ہے۔

یہ بیان ان لوگوں کے مدِ نظر ہے جو فطرت سے قریب زندگی بسر کرتے ہیں۔ غیر ہومیو پیتھک ادویات کا کثرت سے استعمال کرنے والے اشخاص کے اندر عموماً ادویاتی بیماری نے گھر کر لیا ہوتا ہے۔ لہٰذا ان کی قوتِ حیات منوں بوجھ کے نیچے دب گئی ہوتی ہے۔ قدرتی بیماری والے معمر تو پھر بھی صحت حاصل کر لیتے ہیں

لیکن دوازدہ افراد کا تو یہ حال ہوتا ہے کہ ؎

ہم وہاں ہیں جہاں سے ہم کو بھی
کچھ ہماری خبر نہیں آتی

سوال نمبر ۶: یہ ثابت شدہ امر ہے کہ بہت سے امراض کے اپنے مخصوص جراثیم ہوتے ہیں۔ مثلاً سل کے جراثیم، تپ محرقہ کے جراثیم وغیرہ تو کیا یہ حقیقت نہیں کہ بیماریاں جراثیم کے ذریعہ سے پھیلتی ہیں۔ ہومیوپیتھی کیوں جراثیم کی تھیوری کو نہیں مانتی؟

جواب: ہومیوپیتھی جراثیم کی ہستی سے انکار نہیں کرتی بلکہ یہ بھی تسلیم کرتی ہے کہ ہر جراثیمی مرض کے اپنے الگ الگ جراثیم ہوتے ہیں لیکن اگر تسلیم نہیں کرتی تو صرف یہ امر کہ جراثیم امراض کو پیدا کرتے ہیں۔ آپ کا روزمرہ کا مشاہدہ ہوگا کہ جب ہیضہ، انفلوئنزا وغیرہ کی وبا چلتی ہے تو اگر بہت سے وبا سے متاثر ہوتے ہیں تو کچھ ایسے بھی ہوتے ہیں جو متاثر نہیں ہوتے۔ ان متاثر نہ ہونے والوں کی رہائش اور بود و باش انہی مریضوں کے ساتھ ہی ہوتی ہے۔ پھر کیا وجہ ہے کہ ان پر ان جراثیم کا اثر نہیں ہوتا۔ کیا ان لوگوں کے جسم کے اندر بذریعہ سانس غذا وغیرہ ان جراثیم کا گذر نہیں ہوتا؟ ہوتا ہے اور لامحالہ ہوتا ہے۔ اب ان لوگوں کے مرض کے حملہ سے بچ جانے کی جو وجہ آپ بیان کریں گے وہی وجہ ہم جراثیم کے مرض پیدا کرنے کے خلاف بیان کردیں گے۔ حقیقت یہ ہے کہ جب تک طبیعت اور جسم میں کسی مرض کے قبول کرنے کی آمادگی نہ پائی جائے کوئی مرض خواہ مخواہ جسم پر مسلط

نہیں ہو سکتا۔ اس دنیا میں شاید ہی کوئی ایسا ہی انسان ہوگا جس کے اندر سل و دق کے جراثیم بذریعہ تنفس وغیرہ نہ گئے ہوں گے لیکن ان جراثیم نے اگر بسیرا کیا تو صرف اس جگہ پر جس کی آب وہوا انہیں راس آئی۔ لہٰذا قوتِ حیات کی کمزوری اس کے بعد جسم کی کمزوری اور اس کے بعد جراثیم۔ اب اگر آپ جراثیم سے نجات چاہتے ہیں تو قوتِ حیات کو طاقت دیں تاکہ وہ جسم کو طاقت بخشے اور یہ بن بلائے نہیں بلکہ دعوت دیئے گئے مہمان خود بخود رخصت ہو جائیں گے جراثیم کے پیچھے لٹھ لے کر جسم کی مرمت جراثیم کش تیز ادویات وغیرہ سے کرنا ایسا ہی ہے جیسے کہ ایفونی کی مانند مکھیوں سے نجات حاصل کرنے کے لئے اپنی ناک کاٹ ڈالنا ہے۔

انتڑیوں کے اندر چرنے اور دیگر اقسام کے کیڑے کیوں ہوتے ہیں؟ اس لئے کہ ان کو وہاں پر غذا ہی ایسی ملتی ہے جو ان کو زندہ رکھنے کی ضامن ہوتی ہے عموماً جگر کا فعل ناقص ہونے کی وجہ سے صفرا ناقص تیار ہوتا ہے۔ تندرست صفرا ہی ان کیڑوں کو مارتا ہے اور انتڑیوں میں بہت بڑا دافع جراثیم اور کیڑوں کو ہلاک کرنے والا ہے۔ آپ جگر کا فعل تندرست کر دیجئے کہ تندرست صفرا تیار ہو۔ یہ کیڑے خود بخود چلے جائیں گے۔ آخر جلابوں سے دھکے دے کر کب تک آپ ان کو باہر نکالتے رہیں گے۔ بعینہٖ یہی کیفیت جراثیم کے جسم کے اندر آنے جانے کی ہے۔

سوال نمبر ۷:۔ ہومیوپیتھک علاج میں ہر مریض میں پرانے دبے ہوئے

امراض کو کیوں پھر باہر نکالتے ہیں جس مرض کے علاج کے لئے مریض کہتا ہے اس کا کیوں علاج نہیں کر دیتے ۔ کیوں صاحب گڑھے ہوئے مردے اکھیڑنے سے فائدہ ؟

جواب :- جیسے کہ مرض کی تشریح کے بیان میں پہلے بتایا جا چکا ہے کہ ایک جسم میں صرف ایک ہی مرض ہوتا ہے جو انسان وراثتاً حاصل کرتا ہے اس کے بعد اس دنیا میں اس شخص کی بود و باش اس مرض میں اضافہ کرتی ہے اگر مریض سادہ سا مرض لے کر پیدا ہوا ہے تو مناسب پرہیز اور پاکباز زندگی گزارنے سے وہ مرض سادہ ہی رہتا ہے لیکن اگر مریض غیر ہومیوپیتھک علاج کے چکر میں پھنس جائے تو اس سادہ مرض کے ساتھ ساتھ ادویاتی مرض بھی خرید لیتا ہے ۔ بعض اوقات بدکاری کی وجہ سے آتشک یا سوزاک یا دونوں کا اضافہ کر لیتا ہے اور اس طرح سے ایک سادہ مرض پیچیدہ تر ہوتا چلا جاتا ہے ۔ اب ایک ایسا مریض جس نے سادہ وراثتاً حاصل کردہ مرض پر آتشک اور سوزاک کا اضافہ کر لیا ہو اور پھر ان سب امراض پر غیر ہومیوپیتھک ادویات جو بالعموم پارہ ۔ سنکھیا وغیرہ کی قسم کی ہوتی ہیں کا لبادہ ڈال دیا ہو اور اس طرح سے بہت سی بیماری کی علامات کو دبا دیا ہو ، جب ایک ہومیوپیتھ کے پاس اپنا نہ بند ہونے والا نزلہ ——— یا نہ درست ہونے والا کوئی زخم لے کر آتا ہے تو آپ ہی بتائیے کہ ہومیوپیتھ کے پاس کیا چارہ کار رہ جاتا ہے ۔ کیا وہ نزلہ یا زخم اس مریض کی تمام اندرونی کیفیات مرض کا حامل نہیں ۔ اگر مریض چاہے کہ ہم اس کے آتشکی

سوزا کی اور ادویاتی زہروں کو جن کا سٹور اس نے اپنے جسم میں کر رکھا ہے ہاتھ لگائے بغیر اس کے نزلہ یا زخم کو درست کر دیں تو بالکل ناممکن ہے۔ یہ زخم، یہ نزلہ لاوا کی مانند ہے جو آتش فشاں پہاڑ سے تھوڑا تھوڑا اُبل رہا ہے۔ آپ ہمیں اس تھوڑے تھوڑے اُبلنے والے لاوے کو بند کرنے کو کہتے ہیں۔ جو بھی نادان ان زہروں کے اخراج کو بند کرنے کی کوشش کرے گا مریض کا بالواسطہ قاتل ٹھہرے گا۔ ان زہروں کو اسی طرح سے نکلنے دو۔ یہ قدرت نے مریض کی آخری حفاظت کے طور پر نکاس زہر کے راستے تیار کئے ہیں یا پھر باقاعدہ ہومیو پیتھک علاج کراؤ، اور یہاں پر آ کر آپ کے تمام گڑھے مُردے نکالنے پڑیں گے۔ جو مریض اس کے گھر والوں اور معالج ہر سہ کے لئے صبر آزما کام ہے۔ ہومیو پیتھک علاج نہ کرانے کی صورت میں ان زہر باہر پھینکنے والے راستوں کی مہربانی سے مریض اپنی زندگی کچھ اور بڑھالے گا اور ان راستوں کو تیز غیر ہومیو پیتھک ادویات کے استعمال سے بند کرانے سے اپنے زندگی کے دن لامحالہ کم کر لے گا۔ اور اس سلسلہ میں ایسے کیسوں کی بھی کمی نہیں ہوتی جو فطری علاج کی حدود پھلانگ چکے ہوتے ہیں اور یہ وہ کیس ہیں جو غیر ہومیو پیتھک علاج کے آسمان بوس محلوں سے ٹھوکریں کھا کر نکلتے ہیں اور ہومیو پیتھی کے دروازہ پر آ کر دم توڑ دیتے ہیں اور بیچاری ہومیو پیتھی کو ان کی تجہیز و تکفین کا خرچ بھی پلے سے ادا کرنا پڑتا ہے۔ جب ایسے علاج زدہ لوگ ہومیو پیتھ کے پاس پہنچتے ہیں تو جیبیں خالی۔ پریشان حال اور بہ ادنیٰ تصرف شیخ سعدیؒ کے اس شعر کا مصداق ہوتے ہیں

سہ نشان ست ایں مریضاں راپسر

جیب سرد و رنگ زرد و چشم تر

سوال نمبر ۹ :- کیا وجہ ہے کہ ہومیو پیتھک دوائیں شفا دینے سے پہلے بعض اوقات مرض کو بڑھا دیتی ہیں۔ جو کہ مریض کے لئے ایک نہایت تکلیف دہ معاملہ ہے۔ حالانکہ اس کے مقابلہ پر غیر ہومیو پیتھک دوائیں بغیر تکلیف کو بڑھائے آرام پہنچاتی ہیں؟

جواب :- علاماتِ مرض درحقیقت قوتِ حیات کے اس پلان یا اسکیم کو ظاہر کرتی ہیں جس پر قوتِ حیات مرض کا مقابلہ کر رہی ہوتی ہے یا بالفاظِ دیگر علاماتِ مرض مرض کی علامات نہیں بلکہ قوتِ حیات کی علامات ہیں مثلاً جب جمال گوٹہ کھالیا جاتا ہے تو طبیعت جمال گوٹہ کو پاخانہ کے راستہ سے دستوں کی صورت میں جسم سے باہر خارج کرتی ہے اب ہم گاہے یہ کہہ دیتے ہیں کہ جمال گوٹہ نے دست پیدا کر دیئے ہیں۔ گاہے دستوں کو طبیعت کا ردِ عمل قرار دیتے ہیں۔ جمال گوٹہ یہاں پر مرض کا قائم مقام سمجھیئے۔ چنانچہ مختلف ادویاتی زہروں کے جسم سے دفعیہ کے لئے قوتِ حیات الگ الگ پلان اور اسکیم بناتی ہے۔ بعض دفعہ جب کسی زہر کو اچھی طرح سے باہر نہیں پھینک سکتی تو جسم میں مختلف علامات پیدا کر دیتی ہے اور جب تک قوتِ حیات مضبوط رہتی ہے، یہ علامات قائم رہتی ہیں۔ جوں جوں قوتِ حیات کمزور ہوتی چلی جاتی ہے یہ علامات بھی مدھم اور کمزور ہوتی چلی جاتی ہیں اور ان علامات کی جگہ نتائجِ مرض لے لیتے ہیں۔ اب

جب قوتِ حیات کو علاج بالمثل کے ماتحت بالمثل دوا سے اُکسایا جاتا ہے تو یہ علامات مرض و قوتِ حیات بھڑک اُٹھتی ہے۔ لہٰذا کچھ وقت کے لئے مریض ایسے محسوس کرتا ہے گویا کہ مرض بڑھ گیا ہے۔ حالانکہ مرض نہیں بلکہ علاماتِ مرض و قوتِ حیات زیادہ تحریک پذیر ہو جاتی ہیں جو کہ بتدریج جسم کی اصلاح کرتی ہوئی کم ہوتی چلی جاتی ہیں۔ ہمارا بھی جی تو یہی چاہتا ہے کہ ایسا نہ ہو لیکن کیا کیا جائے کہ اس کے علاوہ اور کوئی راہِ نجات مفقود ہے۔ کنوئیں میں گرے ہوئے شخص کو باہر نکالنے میں احتیاط کے باوجود کچھ رگڑیں آ ہی جاتی ہیں۔ جو کہ بہر کیف کنوئیں میں بسر کرنے کے مقابلہ میں بہت کم تکلیف دہ سمجھی جا سکتی ہیں اور گرنے والے کو خندہ پیشانی سے برداشت کرنی چاہئیں۔ روز روز کے مرنے سے تو نجات مل جاتی ہے۔

غیر ہومیوپیتھک ادویات اس معاملہ میں سر کے بل کھڑی ہیں جہاں ہومیوپیتھک دوائیں تکلیف کے بعد آرام پہنچاتی ہیں وہاں غیر ہومیوپیتھک دوائیں آرام کے بعد تکلیف پہنچاتی ہیں جس کا ذکر وضاحت سے غیر ہومیوپیتھک علاج کی کارگزاری کے ماتحت بیان کیا جا چکا ہے۔ اب جس کا جی چاہے پہلے آرام اور بعد میں تکلیف کا سودا کرے اور جس کا جی چاہے پہلے تکلیف اور بعد میں آرام حاصل کرے۔ لیکن سہل انگار حضرات کو اکثر تھوڑی سی زحمت سے بچنے کے لئے بڑی سے بڑی ہلاکت کے منہ میں جاتے دیکھا گیا ہے۔ انسان اکثر تھوڑی سی مصیبت سے بچنے کے لئے بڑی سے بڑی مصیبت قبول کر لیا کرتا ہے۔ اور عقل کے تقاضے دھرے کے دھرے رہ جاتے ہیں۔

سوال نمبر ۹ ۔ ہومیوپیتھی میں صرف مفرد دوا کیوں استعمال کی جاتی ہے جب کہ غیر ہومیوپیتھک طبوں میں مرکبات استعمال کئے جاتے ہیں۔ بجائے ایک دوا کے

کئی ایک دوائیں مل کر مرض کو زیادہ جلد دُور کرنے کی اہلیت رکھ سکتی ہیں ؟

جواب :- آپ چاہے مفرد دوا لیں چاہے مرکب دونوں صورتوں میں وہ دوا ایک اکیلی یونٹ ہو گی۔ مثلاً سنکھیا سفید ایک مفرد دوا ہے۔ اب اگر آپ چار مفرد دواؤں کو ملا کر ان کا مرکب بنا لیتے ہیں تو وہ مرکب اب چار الگ الگ دواؤں کی صورت میں نہیں بلکہ یک جان ہونے کے بعد ایک الگ دوا بن جاتا ہے۔ جو ان چاروں دواؤں سے خاصیت میں بالکل الگ ہو گا۔ لہٰذا اس مرکب کی تاثیر اور مزاج چاروں سے الگ ہو گا۔ آپ مفرد دواؤں کی تاثیرات اور خاصیتوں سے واقف ہونے کے باوجود یہ نہیں بتا سکتے کہ یہ نئی دوا جو چار دواؤں سے مل کر بنی ہے کس تاثیر کی حامل ہے۔ ہمیں اس پر اعتراض نہیں کہ اس طرح کی مرکب دوا کا استعمال کیوں ہو ہم تو یہ کہتے ہیں کہ کسی ایک دوا کا استعمال اس وقت تک نہ ہونا چاہیئے۔ جب تک اس دوا کی (مفرد حالت میں یا مرکب حالت میں) انفرادیت قائم نہ کر لی جائے اور یہ انفرادیت اس طرح قائم ہو گی کہ دوا کو متعدد تندرست انسانوں پر آزما کر اس کی علامات حاصل کی جائیں گی۔ یہ علامات جب مکمل طور پر ریکارڈ کر لی جائیں گی تو اب ہم اصول بالمثل کے ماتحت اس دوا کو بے کھٹکے استعمال کر سکیں گے۔ چونکہ ہومیو پیتھی میں متعدد مفرد ادویات کے ریکارڈ تیار کر لینے پر یہ بات روزِ روشن کی طرح ثابت ہو چکی ہے کہ یہ سب دوائیں فرداً فرداً اصول بالمثل کی ضرورت کو پورا کرتی ہیں۔ یعنی ایک مریض کی بیماری کی مکمل تصویر ایک مفرد دوا میں آجاتی ہے۔ اس لئے ہمیں مرکبات کی شکل میں ان دواؤں کے ریکارڈ تیار کرنے کی بہت کم ضرورت

پیش آتی ہے۔

لیکن غیر ہومیوپیتھک طبوں میں اصول کی بات تو ایک بھی نظر نہیں آتی۔ یہ بھی ایک بے اصولی ہے کہ مختلف مفرد ادویات کو صرف اپنی ذہنی تسلی کے پیش نظر ہر بار نئے طریقہ سے اکٹھا کر دیا جاتا ہے اور ان مرکبات کی اصل حقیقت یا تو خدا جانتا ہے یا پھر مریض کے اعضاء بیان کرتے ہیں۔ مرکبات کا مرض کو دور کرنے کی اہلیت کے ڈھول کا پول ظاہر ہے۔ جب معالج ہی یہ اہلیت نہیں رکھتا کہ جان سکے کہ اس مرکب کو کس مریض پر کس موقع پر اور کن علامات کے ماتحت استعمال کرنا ہے تو ایسی کج فہمی کا نتیجہ ہمیشہ مریض کے حق میں ہی نقصان دہ ہوگا۔ پھر حد یہ ہے کہ مرکبات کی خیالی ڈھنگ ہر بار نئے پیمانے پر کی جاتی ہے۔ کیوں نہ ہو، طب تجربہ ہی کا دوسرا نام ہے! اور معالج کی تجرباتی غلطیوں کو چھپانے کے لئے زمین کا دامن تنگ نہیں ہے۔

سوال نمبر ۱۰:۔ ہومیوپیتھی میں سرجری نہیں ہے۔ حالانکہ ایلوپیتھی اور یونانی دونوں اس کی اہمیت کو مانتے ہیں اور خلقِ خدا سرجری سے بہت فائدہ حاصل کر رہی ہے؟

جواب:۔ ہومیوپیتھی سرجری کی ضرورت اور اہمیت کو اتنا ہی تسلیم کرتی ہے جتنا کہ دیگر غیر ہومیوپیتھک طبیں کرتی ہیں لیکن معلوم نہیں میڈیسن اور سرجری کو خلط ملط کرنے سے معترض کو کیا فائدہ پہنچ سکتا ہے۔ سرجری تمام طبوں کا ایک مشترکہ سرمایہ ہے جس سے بوقتِ ضرورت سب فائدہ اٹھاتے ہیں۔ یہ الگ بات ہے کہ چونکہ ایلوپیتھی سرکاری طب کی حیثیت رکھتی ہے لہٰذا اس کو تمام سرکاری سہولتیں

حاصل ہونے کی وجہ سے سرجری میں زیادہ دخل ہے۔ یونانی جسے سرکاری ہولتیں حاصل نہیں ہومیوپیتھی کی طرح سرجری کی نمایاں طور پر علم بردار نہیں۔ اگر ہومیوپیتھی کو ایلوپیتھی کا مقام حاصل ہو جائے تو آپ کو ہر جگہ ہومیوپیتھک سرجن نظر آنے لگیں

ہومیوپیتھی کے نزدیک ایلوپیتھک معالجین کے ہاتھوں بہت سے بلے ضرورت اپریشن ہو رہے ہیں۔ اس کی دو بڑی وجوہات ہیں۔ اوّلاً ایلوپیتھک طب ان ایسے کیسوں کو ادویات کے ذریعہ سے ٹھیک نہ کر سکتا ہے جو ہومیوپیتھی میں صرف دوا سے قابل علاج ہیں مثلاً لوزتین کا بڑھنا۔ ورم زائیدہ رسولیاں۔ غدود کی سوجن۔ پتہ میں پتھریاں بننا۔ گردہ اور مثانہ کی پتھریاں وغیرہ وغیرہ ہومیوپیتھی میں دوا سے درست کی جا سکتی ہیں اور صرف انتہائی کیس ہی سرجن کے حوالے کئے جاتے ہیں۔ دوم سرجن کے ہاتھوں کا اپریشن کے لئے بے قرار رہنا۔ یہ امر مضحکہ خیز معلوم ہوتا ہے لیکن ہے بہر کیف درست۔ اگر آپ سرجن سے کسی ایسے سلسلہ میں مشورہ لیں گے تو ننانوے فیصدی آپ کو اپریشن کا مشورہ ملے گا۔ سرجری ایک رحمت بھی ہے اور ایک لعنت بھی۔ رحمت ایسے موقعوں پر جہاں دوائیں بے بس ہو جائیں اور مریض کے بچنے کا صرف ایک ہی راستہ اپریشن کا کھلا ہو۔ اور لعنت ایسی حالت میں جہاں ادویات سے شفا حاصل ہو سکتی ہو۔ مگر بلا ضرورت اعضاء کو جسم سے الگ کر دیا جائے۔ آخر ان الگ کردہ اعضاء کے فرائض جو وہ جسم میں ادا کرتے ہیں کون ادا کرے گا گویا اس طرح سے مریض کی زندگی کے کئی قیمتی سال عضو کے ساتھ ہی نہیں کٹ جاتے!

سوال نمبر ۱۱ :۔ کیا وجہ ہے کہ سنکھیا۔ میٹھا تیلیہ۔ پارہ وغیرہ زہریلی ادویات ہومیوپیتھی میں بچوں تک کو بے دھڑک استعمال کرا دی جاتی ہیں۔ اگر ان کی تجویز غلط ہو جائے تو کیا ایسی خطرناک ادویات نقصان دہ ثابت نہیں ہوتیں؟

جواب :۔ ایسی تیز اور زہریلی ادویات خواہ درست تجویز کر کے ہی کیوں نہ دی جائیں ہمیشہ خطرناک اور عموماً مہلک ثابت ہوتی ہیں۔ بشرطیکہ مادی حالت میں دی گئی ہوں۔ ہومیوپیتھی میں ان دواؤں کے زہریلا پن کو پوٹنسی کے عمل سے اس حد تک باطل کر دیا جاتا ہے کہ ان کے فائدہ بخش اثرات ہی باقی رہ جاتے ہیں۔ ہلاکت کن مادی حالت ختم ہو جاتی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ بچوں تک کو یہ دوائیں علامات کے مطابق بے کھٹکے استعمال کرائی جاتی ہیں۔ اور اگر تجویز غلط ہو جب بھی ان کا چنداں بد اثر پیدا نہیں ہوتا۔ پوٹنسی کے عمل کے علاوہ دنیا کا کوئی بھی طریقہ جو دوا کو تحلیل کرنے میں استعمال ہوتا ہو۔ مثلاً کشتہ بازی وغیرہ یکساں خطرناک، مہلک اور قطعاً ناقابلِ اعتماد ہے کشتہ بازی میں دوا قطعاً مادی صورت ترک نہیں کر سکتی۔

سوال نمبر ۱۲ :۔ یہ ہومیوپیتھی والوں کا پروپیگنڈا ہے کہ غیر ہومیوپیتھک طبوں سے صحت حاصل نہیں ہوتی۔ اگر وہ طبیں ایسی ہی خطرناک ہوتیں جیسے کہ آپ بیان کرتے ہیں تو لوگوں نے کبھی کا ان سے قطع تعلق کر لیا ہوتا۔ آخر اتنے لوگ جو ان طبوں سے صحت یاب ہوتے رہتے ہیں کیا یونہی ہو جاتے ہیں۔

جواب :۔ اس سوال کا جواب مختلف پہلوؤں سے پہلے دیا جا چکا ہے۔ بہرکیف ہم کچھ مزید وضاحت پیش کرتے ہیں۔ ہانمن اعظم نے جو معیارِ شفا مقرر

فرمایا ہے یہ ہے۔

۱۔ شفا جلد ہو

۲۔ پورے کا پورا مرض جسم سے نکل جائے

۳۔ شفا مستقل ہو

۴۔ شفا نرم ترین طریقہ سے عمل میں آئے

۵۔ طریق شفا دہندگی بالکل بے ضرر ہو

۶۔ اصول شفا دہندگی آسانی سے سمجھ آسکیں۔

اب آپ ان چھ اصول شفا پر جملہ طبوں کو پرکھیں جو اس معیار پہ پوری اُترے اسے درست تسلیم کریں اور باقی طبوں کو نااہل قرار دیں۔ اگر آپ کو یہ چھ اصول شفا کسی پہلو سے نامکمل یا ناواجب دکھائی دیتے ہوں یا آپ کے پاس ان سے بہتر معیار شفا موجود ہو تو لِلّٰہ پیش فرمائیے۔ ہم آپ کی دلیل کو پورا پورا وزن دیں گے۔

اب آپ ان چھ معیار شفا کو لیں۔

پہلا معیار شفا۔

شفا جلد ہو

جب آپ کسی چیز کو معیاری تصور فرماتے ہیں تو اسے ہر پہلو سے معیاری ثابت ہونا چاہئیے۔ یہ نہیں کہ ایک آدھ پہلو چمک دمک لئے ہو اور دیگر پہلو

سرے سے ہی غائب ہوں کوئی عقل مند ایسے بحری جہاز پر سوار ہونا نہ چاہے گا جس نے چار میل چل کر ڈوب جانا ہو خواہ اس کی رفتار تمام جہازوں سے زیادہ تیز کیوں نہ ہو۔ یونانی نے اپنی رفتار کو تیز کرنے کے لئے ایلوپیتھی کا سہارا لینا ضروری سمجھا ہے۔ الغرض یونانی اطبا نہایت ذوق اور شوق سے ایلوپیتھک " زود اثر " دوائیں استعمال فرماتے ہیں اور اطبا کی اکثریت اس بات پر زور دیتی ہے کہ انہیں ایلوپیتھک ادویات سے بہرہ اندوز ہونے کی اجازت دی جائے کیوں کہ یونانی ایلوپیتھی کو اپنی بچی تصور کرتی ہے اور ماں کا حق بچوں پر ہمیشہ فائق ہوا کرتا ہے۔ یہ الگ بات ہے کہ بیسویں صدی کی یہ چنچل چھوکری بڑی بی کو منہ تک نہیں لگاتی۔ بہر کیف ماں کا دل ہے چاہے جاراہی ہے۔

چنانچہ ثابت ہوا کہ ان دو بزرگ طبوں میں ایک خاصی سست رفتار ہے۔ اور دوسری بہت تیز رفتار۔

دوسرا معیارِ شفا

پورے کا پورا مرض جسم سے نکل جائے

یونانی میں رائج مادہ ادویات سے مادہ کو تحلیل کر کے نکالنے کا طریق رائج ہے اس "نکالنے" کے طریقہ سے گو مریض کی دیگر صالح رطوبات جسمانیہ بھی بہت کچھ نکل جاتی ہیں۔ بلکہ بعض اوقات مریض کا دم تک نکل جاتا ہے لیکن بہر کیف اس "نکالنے"

کے فعل کو یونانی میں بہت اہمیت دی جاتی ہے۔ جیسے کہ ایک حکیم صاحب نے اپنے ایک جلاب آور دواؤں کے شہید پر اظہارِ اطمینان کرتے ہوئے پسماندگان کو فرمایا تھا کہ ابھی آپ لوگ شکرِ خدا ادا کریں کہ اس قدر گندگی مریض کے اندر سے نکل گئی ہے جو اگر خدانخواستہ نہ نکلتی تو نہ معلوم کیا سے کیا ہو جاتا اور بچارے گھر والے یہ سن کر سہم گئے اور شکرِ خدا بجالائے کہ سستے چھوٹے۔

گو یونانی سو فیصدی مرض کو باہر نہیں نکال سکتی لیکن بہرکیف ہم اس کے بڑھاپے کے مدِ نظر اسے سو میں سے دس نمبر اس سلسلہ میں دیئے دیتے ہیں۔ اس سے زیادہ کے لئے تکرار نہ فرمایئے گا۔ کیوں کہ یہ ادویاتی بحران نقلی بحران ہے۔ اصلی یعنی طبیعت کا بحران نہیں ہے۔

بحرانِ صادق ایلوپیتھی کے نصیبوں میں بھی نہیں ہے۔ زیادہ سے زیادہ یہی کر سکتی ہے کہ مرض زدہ اعضاء کو ادویاتی کوڑا لگا کر تیز تر کام کرنے کے لئے مجبور کرے جیسے کہ بخاروں میں پسینہ آور ادویات۔ پیٹ وغیرہ میں پانی پڑنے پر گردوں پر اثر ڈال کر زیادہ پیشاب برآمد کرنے والی ادویات وغیرہ وغیرہ کا استعمال کرے۔ کیا یہ طفل تسلیاں نہیں ہیں مریض کی بدبختی کہ یہ لوگ سمجھتے ہیں کہ اگر بحرانِ صادق میں فطرت ان ذرائع سے مرض کو دور کرتی ہے تو اگر ایسے بناوٹی بحران پیدا کئے جائیں گے۔ جب بھی وہی نتائج پیدا ہوں گے۔ ع

این خیال است و محال است و جنوں

یہ سب بکھیڑے ایسے ہیں جیسے کہ قدرتی اور عادی قبض میں جلاب یا آیمہ [illegible]

کاٹ دیتے چلا جاتا ہے۔ یہ بھی کوئی علاج ہے۔

لہٰذا ثابت ہوا کہ ایلوپیتھی اور یونانی میں مرض کا مکمل طور پر جسم سے خارج ہو جانا تو رہا ایک طرف الٹا اعضائے بدن سے فالتو کام لے لے کر انہیں کمزور و تباہ کیا جاتا ہے۔ بجائے زہریلے مادوں کے باہر نکالنے کے اگر خوش قسمتی سے وہ خود بخود جلد پر ابھاروں کی شکل میں نکل آئیں تو اوپر سے تیز ادویات مرہم کی شکل میں لگائی جاتی ہیں تاکہ یہ مادہ پھر اندر گھس جائے۔ اگر یہ لوگ کہیں کہ ہماری نیت یہ نہیں ہوتی کہ مرض اندر دھنس جائے تو اب جب کہ یہ ثابت ہو چکا ہے کہ ہوتا ایسے ہی ہے تو اب اس نادانی کی عادت سے باز آجاؤ۔ مریض کو کیا علم کہ اس کے حق میں کیا اچھا ہے اور کیا برا ہے۔ وہ تو آپ پر اعتماد کر کے اپنی جان تک آپ کے حوالے کر دیتا ہے۔

تیسرا معیار شفا

شفاء مستقل ہو

جب جسم سے پورے کے پورے مرض کے باہر نکل جانے کی کوئی ضمانت غیر ہومیوپیتھک علاجوں میں موجود نہیں تو مستقل شفا کی کیا ہو سکتی ہے۔ لہٰذا اس میں دونوں کے صفر نمبر ہیں۔

شفا نرم ترین طریقہ سے عمل میں آئے

یونانی کے نرم ترین طریقوں میں فصد لینا۔ جونکیں لگوانا۔ جلاب دینا۔ جوشاندے پلانا جسے دیکھ کر ہی متلی ہونے لگتی ہے وغیرہ وغیرہ آج تک رائج ہیں۔ البتہ ہم اتنی سفارش ضرور کریں گے کہ جہاں تک یونانی سادہ جڑی بوٹیوں تک رہتی ہے اور کشتہ بازی اختیار نہیں کرتی نسبتاً کم نقصان دہ ہوتی ہے لیکن ایلوپیتھی کڑوی کسیلی دواؤں سے لے کر ٹیکہ بازی تک جہاں زبان اور جلد کو چھیدتی ہے وہاں اندرونی اعضا جسم بھی اس کی دست درازیوں سے بچ کر نہیں رہ سکتے۔

یونانی میں پھر بھی مٹھاس موجود ہے اور چینی نہ ملانے کی صورت میں ان کی دواؤں سے ذائقہ بدلا جا سکتا ہے لیکن ایلوپیتھی کی کڑواہٹ اور بلا کی گرمی زبان زد خاص و عام ہے۔

پانچواں معیارِ شفا

طریقِ شفا دہندگی بالکل بے ضرر ہو

بالکل مختصر ہو اور بالکل قابلِ اعتماد ہو

غیر ہومیو پیتھک طبوں کے طریقِ شفا دہندگی کے پُر ضرر ہونے کے متعلق بہت کچھ بتایا جا چکا ہے۔ یونانی کا شفائی کورس بہت لمبا ہے۔ اور ایلوپیتھی کا بالکل مختصر یونانی لمبے کورس میں جسم سے مادے نکال نکال کر مریض کو ختم کر دیتی ہے اور ایلوپیتھی بہت جلد اپنا فیصلہ سنا دیتی ہے۔ اگر مریض کی قوتِ حیات بہت مضبوط ہے تو جہاں ایلوپیتھک تیز ترین دوا کا مقابلہ کر لے گی وہاں مرض کو بھی دور کر لے گی اور اگر کافی مضبوط نہیں ہے تو گھر والوں کو جلد ہی مریض کے تفکرات سے نجات دے دے گی۔ گھر والوں کو باستثنائے چند مریض کے علاج کی ایک متاثر کرنے والی اسٹوری یعنی کہانی کی ضرورت ہے جس میں ڈاکٹروں کی بہت سی فیسیں، بڑے بڑے ڈاکٹروں کی ایک لمبی چوڑی فہرست جن کے درِ دولت پر مریض کو گھمایا گیا۔ ادویات سے پُر آنجہانی کی چارپائی کے ساتھ والی الماری بیمار کی چند روزہ تیمارداری میں گھر میں سے کسی ایک کو خود ٹیکہ کر لینے کی صلاحیت کا حاصل ہونا اور چند ایسی ہی اور اِدھر اُدھر

کی باتیں ۔ دراصل گھر والے بھی ایک دو ماہ رات دن جاگ کر یک طرفہ فیصلہ کے خواہشمند ہو جاتے ہیں اور ان تیز دواؤں کے معالج بھی اس حقیقت سے بے خبر ہوتے ہوں گے کہ ان کی دوائیں کتنی " زود اثر" ہیں ۔ بہر کیف یہ علاج جتنا تیز رو سمجھا جاتا ہے اتنا خطرہ سے خالی نہیں ہے ۔ اگر مجھے کوئی کامل علاج میسر نہ ہو سکے اور میرے لئے بغیر علاج کے بھی رہ سکنا ممکن نہ ہو تو میں یونانی علاج کو ایلوپیتھک علاج پر ترجیح دوں گا کیوں کہ یہ علاج مجھے جلد ہلاک تو نہیں کرے گا ۔ اور ہو سکتا ہے سال چھ ماہ بعد قوتِ حیات کو اپنا آپ سنبھال لینے کا موقع مل جائے اور اس طرح سے میں مرنے سے بچ جاؤں لیکن ایلوپیتھک علاج میں مجھے یہ فیصلہ کرکے داخل ہونا پڑے گا کہ کیا مجھے مرنا ہے یا زندہ رہنا ہے اور مرنے کا امکان بہ نسبت بچ نکلنے کے کہیں زیادہ ہے ۔

چھٹا معیارِ شفا

اصول شفا دہندگی آسانی سے سمجھ میں آسکیں

ایلوپیتھی کے اصول کی کوئی کتاب آج تک نہیں لکھی گئی ۔ ان کے نزدیک جراثیم کو مارنا ہی سب کچھ ہے ۔ مریض کے ردِ عمل کرنے والی صلاحیتوں سے ان کو چنداں بحث نہیں ، لہذا نتیجہ ظاہر ہے کہ جراثیم کش دواؤں کا تانتا بندھ گیا ہے ۔ اب چاہے ان دواؤں سے جراثیم ہلاک ہوں یا مریض یا دونوں ۔

یونانی کے اصول شفا دہندگی کا ذکر ہم شروع میں کر آئے ہیں کہ کس طرح مادہ دافع مادہ دوا اور وقتی سکون کا چکر چلتا چلا جاتا ہے۔ شفا کس طرح حاصل ہو سکتی ہے۔ کوئی ایسا ٹھوس اصول یونانی نہیں سمجھا سکتی جس سے مستقل طور پر مرض سے نجات حاصل ہو سکتی ہو۔

اب ہومیوپیتھی کو ان چھ معیاروں پر پرکھتے ہیں اور نتیجہ ناظرین پر چھوڑتے ہیں۔

پہلا معیار:۔ شفا جلد ہو

اس کا مفصل حال سوال نمبر ۱ میں بیان کیا جا چکا ہے وہاں پر دوبارہ مطالعہ فرمائیں ہومیوپیتھی میں صرف اسی قدر وقت لگتا ہے جتنا کہ قوتِ حیات کو معیارِ صحت پر واپس آنے کے لئے ضروری ہوتا ہے۔ نہ تو خواہ مخواہ کی التوا ہوتی ہے اور نہ خواہ مخواہ کی تیزی اور یہی محفوظ اور مناسب ترین ذریعہ ہے۔

دوسرا معیار:۔ پورے کا پورا مرض جسم سے نکل جائے

ہومیوپیتھی تمام جسم اور اس کے اعضاء کی علامات ریکارڈ کرتی ہے اور ان تمام علامات کے مدِ نظر صرف ایک دوا تجویز کرتی ہے جو تمام علامات جسم سے ملتی جلتی ہوتی ہے۔ ایسی دوا کو اسی وجہ سے بالمثل دوا کہا جاتا ہے۔ چنانچہ جب مریض کو ایسی دوا کا باضابطہ استعمال کرایا جاتا ہے تو سر سے پاؤں تک کا مرض اس دوا سے متاثر ہوتا ہے۔ جوں جوں قوتِ حیات مرض پر غالب آتی چلی جاتی ہے۔ مرض گھٹتا چلا جاتا ہے

اور انجام کار مریض کو شفاء کامل حاصل ہو جاتی ہے۔ ایسی کوئی باقاعدہ اور باضابطہ اسکیم کسی غیر ہومیو پیتھک علاج میں نہیں پائی جاتی بلکہ وہاں اکیلی اکیلی علاماتِ مرض کا علاج ہوتا ہے مثلاً جگر کا علاج۔ بواسیر کا علاج پھیپھڑوں کا علاج بلکہ مرض کا ایک نام فرض کر لیا جاتا ہے۔ اور اس نام پر یکے بعد دیگرے دواؤں کا استعمال کرتے چلے جاتے ہیں اس طرح سے جہاں غیر ہومیو پیتھک طبیں مرض اور مریض کی انفرادیت قائم کرنے میں غفلت برتتی ہیں۔ وہاں دواؤں کی انفرادیت بھی کسی کیس میں نہیں نکال سکتیں ان طبوں کی مثال اس اندھے کی مانند ہے جو اپنی لاٹھی گھماتا چلا جائے اور سکتے کی بجائے کسی بھلے مانس کا سر پھوڑ دے۔

تیسرا معیار۔ شفاء مستقل ہو

جب ہومیو پیتھک اسکیم کے ماتحت پورے کا پورا مرض جسم سے نکل جاتا ہے تو جسم انسانی پر سراسر تندرست قوتِ حیات کی حکمرانی قائم ہو جاتی ہے۔ چنانچہ ایک تندرست قوتِ حیات کا نتیجہ ایک تندرست جسم ہوتا ہے۔ شفا کے عارضی ہونے کا امکان تو وہاں ہو سکتا ہے جہاں دواؤں کے بل بوتے پر مرض کو وقتی طور پر جسم کے اندر دبا دیا گیا ہو اور جیسے ہی دوا کا اثر کم ہوگا مرض پھر سر اٹھائے گا۔ ہمیں تو ایسی عارضی شفا کو عارضی شفا کہتے ہوئے بھی شرم آتی ہے۔ معلوم نہیں دیگر طبیں کیسے ایسی شفا یابیوں پر فتح و نصرت کے ڈونگرے برسانے لگ جاتی ہیں۔

چوتھا معیار۔ شفا زم ترین طریقہ سے عمل میں آئے

ہومیوپیتھک دوا کا بے ضرر ہونا ہر اپنے اور بیگانے کو تسلیم ہے جو اپنے کسی اور رنگ میں بے ضرر تسلیم کرتے ہیں۔ پرائے طنزیہ ایسا کہتے ہیں۔ اسی سے آپ علاج کا زم ترین ہونا خیال فرمالیں جو گاہے بگاہے وقتی طور پر علامات میں شدت ہو جاتی ہے اس کیلئے سوال نمبر۔ ملاحظہ فرمایئے۔

پانچواں معیار۔ طریق شفا دہندگی بالکل بے ضرر ہو، بالکل مختصر ہو اور بالکل قابلِ اعتماد ہو

اس معیار کی کافی وضاحت کی جا چکی ہے اور ناظرین خود جواب تلاش کر سکتے ہیں ہومیوپیتھک علاج کا مختصر ترین ہونا اس صورت میں ہے کہ جو قدم اصلاح کی طرف اُٹھے گا پھر پیچھے نہیں ہٹے گا۔ حالانکہ دوسری طبّوں کا دطیرہ ہی آگے پیچھے پڑتے رہنا ہے۔ چنانچہ ان کا مرضیاتی فاصلہ دن بدن قوتِ حیات کی بتدریج کمزوری کے مدنظر بڑھتا جاتا ہے ہومیوپیتھک علاج اپنی مقدس اور اٹل نظام کے مدنظر سو فیصدی قابلِ اعتماد ہے۔ مگر یہ چیز دوسری طبّوں کو حاصل نہیں۔

چھٹا معیار:- اصولِ شفا دہندگی آسانی سے سمجھ میں آسکیں

یہ فیصلہ آپ کی عقلِ سلیم پر چھوڑا جاتا ہے کہ ہومیوپیتھک اصولِ شفا دہندگی کسی نظم و ضبط کے ماتحت واقع ہوتے ہیں یا غیر ہومیوپیتھک طبوں کے۔ جو اصول باقاعدہ ہوگا وہی آسانی سے سمجھ آئے گا۔ بے اصول کا عقل کے ساتھ کوئی رشتہ نہیں۔

اگر جو کچھ بیان کیا گیا ہے یہ سچ ہے تو پھر حیرت ہوتی ہے کہ کیوں پبلک ان کے دام میں پھنسی ہوئی ہے۔ اس کی مندرجہ ذیل وجوہات ہیں۔

۱۔ ہومیوپیتھک معیارِ شفا سے بالفاظِ دیگر نیچرل یعنی فطری معیارِ شفا سے پبلک قطعاً ناواقف ہے ورنہ پبلک ان طبوں سے یہی معیار طلب کرتی۔

۲۔ ابدالآباد سے (یہی کہنا چاہیے) یہ طبیں پبلک پر مسلط ہیں، اور چونکہ انسان ایک حالت میں رہتے رہتے اس کا عادی ہو جاتا ہے لہٰذا لوگ ان طبوں میں جینے مرنے کے عادی ہوگئے ہیں۔ حالانکہ اگر ان کے اچھے بُرے پہچاننے کی حس کو جھنجھوڑا جائے تو پبلک اس خوابِ خرگوش سے بیدار ہو سکتی ہے۔

۳۔ ان غیر ہومیوپیتھک طبوں سے لوگ شفایاب نہیں ہوتے اور نہ ہو سکتے ہیں البتہ جہاں قوتِ حیات مضبوط ہوتی ہے تو ان کی دوائی رکاوٹ کے باوجود تندرست ہو جاتی ہے اور ایسی شفایابی کا سہرا بجائے قوتِ حیات کے ان کے علاج کے سر بندھتا ہے۔ بعض اوقات ان سے ہومیوپیتھک یعنی بالمثل دوا مریض کو نادانستگی میں مل جاتی ہے۔ اس کا بدلہ بھی ان کو ہی ملتا ہے اور ان سب سے بڑا ان کا معرکۃ الآراء

کارنامہ امراض کو دبا دینا ہے اور اسی چیز کو شفا کہہ دیا جاتا ہے۔ حالانکہ اگر شفا ءِ کاملہ ہو جاتی تو دوبارہ اسی نوعیت کا یا نوعیت بدل کر وہی مرض سر نہ اٹھا سکتا۔ لیکن نوعیت بدلنے سے معالج اپنی جان چھڑا کر الگ کھڑا ہو جاتا ہے کہ میاں میں نے تو پہلے مرض کا شافی علاج کر دیا تھا۔ یہ اب نیا مرض پیدا ہو گیا ہے اور کوئی اللہ کا بندہ اس کی اس واہیات اور دور از عقل تاویل پر کان تک نہیں ہلاتا۔

اب جب کہ ہومیوپیتھی کا مقدمہ اور معیارِ شفا آپ کے پیش کیا جا چکا ہے آپ اپنی عقل کو آزاد چھوڑ دیں۔ یہ باہمی تعلقات کا قصہ نہیں کہ رواداری سے کام لیا جائے اور نہ کسی طب کے ساتھ کسی کی رشتہ داری قائم ہے جو دیکھو آنکھیں کھول کر دیکھو اور ٹھوک بجا کر دیکھو۔ خدا نے عقل اسی کام کے لئے عنایت کی ہے۔

اور اگر آپ نے غلط راستہ کو ہی اختیار کرنا ہے تو اسے ہی راستہ سمجھ کر چلو تاکہ آپ کی دلیری میں تو کچھ زیادتی ہو جائے۔

تعریفات

۱۔ ہومیوپیتھی کا مطلب

ہومیوپیتھی کا لفظ یونانی زبان سے لیا گیا ہے جس کے لفظی معنی "بالمثل بیماریاں ہیں" چونکہ دوائیں درحقیقت "بناوٹی" بیماریاں ہیں اور ہومیوپیتھی میں "قدرتی بیماری" کو دور کرنے کے لئے اصولِ بالمثل کے مطابق ان کا استعمال کیا جاتا ہے۔ لہٰذا ہانمن اعظم نے ہومیوپیتھی کا نام اس طب کے لئے تجویز فرمایا جو اصولِ بالمثل کے مطابق علاج کرے۔

۲۔ ہومیوپیتھک معالج کی تعریف

ہومیوپیتھک معالج کی تعریف ڈاکٹر جیمز ٹیلر کینٹ فلاسفر ہومیوپیتھی کے الفاظ میں یہ ہے:

"ہومیوپیتھک معالج وہ ہے جو اکیلی دوا پوٹینسی میں اور قلیل خوراک میں اصولِ بالمثل کے مطابق تجویز کر کے استعمال کراتا ہے"۔

اس تعریف میں چار شرائط ہومیوپیتھک معالج کے لئے مقرر کی گئی ہیں۔

۱۔ اکیلی دوا کا استعمال کرانا۔

۲۔ دوا پوٹینسی میں استعمال کرائی جائے۔

۳۔ دوا کی قلیل خوراک مریض کو استعمال کرائی جائے۔

۴۔ دوا کی تجویز اصول بالمثل کے مطابق ہو۔

خدا تمام ہومیو پیتھوں کو اس تعریف پر پورا اترنے کی توفیق عطا فرمائے۔

۳۔ ہانمن اعظم کی ہومیو پیتھی پر اہم ترین تصانیف

۱۔ پہلی اور سب سے زیادہ اہم ترین کتاب "آرگینن" ہے۔ اس تصنیف میں ہانمن اعظم نے ہومیو پیتھی کے ان تمام اصولوں کا ذکر کیا ہے جس پر اس طریقِ علاج کی بنیاد رکھی گئی ہے۔ اس تصنیف کی حیثیت اس قدر کامل اور مستقل ہے کہ آج تک کوئی ہومیو پیتھ یا غیر ہومیو پیتھ کسی اصول پر کوئی ترمیم یا تنسیخ پیش نہیں کر سکا۔ یہ کتاب ہر وقت ہر ہومیو پیتھ کے زیر مطالعہ رہتی ہے۔ بڑے بڑے غیر ہومیو پیتھک ڈاکٹروں نے اس کتاب کے سامنے زانوئے ادب تہ کیا ہے اور سر تسلیم خم کیا ہے۔ حقیقت مآب کتابیں ایسی ہی ہوا کرتی ہیں۔

۲۔ دوسری کتاب مٹیریا میڈیکا پیورا ہے۔ اس کتاب میں ہانمن اعظم نے قریباً ایک صد مفرد ادویات کو اپنے جسم پر اور اپنے شاگردوں کے جسموں پر آزما کر ان کی علامات کو ریکارڈ کیا۔ پیورا کے معنی "خالص" کے ہیں۔ یعنی یہ علامات بے میل ہیں اور ان ادویات کی حقیقی علامات ہیں۔ ہانمن اعظم کے بعد بہت سی ادویات ہومیو پیتھک مٹیریا میڈیکا میں داخل ہوئی ہیں لیکن ہانمن اعظم کی آزمودہ دوائیں آج تک اہم ترین دوائیں مانی جاتی ہیں۔

۳۔ تیسری کتاب "کرانک ڈیزیزز" یعنی "امراضِ مزمنہ" ہے۔ اس کتاب میں جو ہانمن اعظم کے بارہ سال کے شب و روز کے غور و خوض کا نتیجہ ہے تین بنیادی زہروں کا ذکر ہے جو قوتِ حیات پر بیماری بن کر چھا جاتی ہیں۔ پہلی زہر سورا، دوسری سفلس یعنی آتشکی زہر اور تیسری

۹۔ میٹریا میڈیکا

میٹریا میڈیکا میں دواؤں کی علامات کا ریکارڈ درج ہوتا ہے جو بوقت ضرورت علامات مرض سے ملانے کے لئے کام آتا ہے۔ سب سے پہلا ہومیو پیتھک میٹریا میڈیکا ہانمن اعظم کا میٹریا میڈیکا پیورا ہے اس کے بعد ڈاکٹر ہیرنگ کا میٹریا میڈیکا جس کا نام "گائیڈنگ سمٹمز" ہے جو دس جلدوں پر مشتمل ہے۔ دیگر چھوٹے بڑے میٹریا میڈیکا جو ہومیو پیتھک لٹریچر میں ملتے ہیں۔ان دو تصانیف سے وجود میں آئے ہیں۔

۱۰۔ دوا کی تعریف

کوئی ایسی چیز جو جسم کے کسی ایک عضو یا زیادہ اعضاء کے فعل یا بناوٹ کو بدل دے۔

۱۱۔ ہومیوپیتھی میں دوائیں حاصل کرنے کے ذرائع

دوائیں جانوروں، نباتات اور جمادات سے حاصل کی جاتی ہیں مثلاً لیکیسس سانپ کے زہر سے "اوپیم" یعنی افیون سے تیار کردہ دوا نباتات سے اور "کلکیریا کارب" یعنی چونا جمادات سے۔

۱۲۔ علامت

علامت تندرست جسم انسانی میں کسی دوا یا مرض کی وجہ سے تبدیل شدہ حالت کا نام ہے

۶۔ کسی دوا کے تجویز کرنے کے لئے اکیلا ضابطہ

مریض کی تمام ضروری علامات دوا کی تمام ضروری علامات سے مل جائیں۔

۷۔ دواؤں کا اثر معلوم کرنا

دواؤں کا اثر تندرست انسانوں پر آزما کر اور اس دوا کے زہر خوردنی کے کیسوں کا مطالعہ کر کے معلوم کیا جاتا ہے۔ زہر خوردنی کے کیسوں سے دواؤں کی علامات اتنی خوبی سے معلوم نہیں ہو سکتیں جتنی کہ تندرست انسانوں پر خود آزمانے سے معلوم ہو سکتی ہیں۔ زہر خوردنی کے کیسوں میں دوا زیادہ اور ہلاک کن مقدار میں ہوتی ہے لہٰذا دوا کی علامات وضاحت سے معلوم نہیں ہو سکتیں۔ لیکن بطور تجربہ دوا قلیل مقدار میں تندرست انسانوں کو کھلائی جاتی ہے اور دوا کی تمام علامات جو سر سے لے کر پاؤں تک پیدا ہوتی رہتی ہیں۔ کئی کئی دنوں تک ریکارڈ کی جاتی ہیں

۸ ہومیوپیتھک شدتِ علامات

جب بالکل دوا دی جاتی ہے تو کچھ دیر کے لئے علامات تیز معلوم ہوتی ہیں۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ دوا درست تجویز ہوئی ہے اور مزید دوا دینا بند کر دی جانے کیونکہ اس وقتی شدت کے بعد شفا حاصل ہونی شروع ہو جائے گی یا بالفاظ دیگر قوتِ حیات دوا کے ذریعہ سے متاثر ہو کر ردِ عمل کر رہی ہے۔

سائیکوسس یعنی سوزاک کی زہر ہے۔ ان ہر سہ زہروں کی تفصیل علامات کے ذریعہ سے بیان کی گئی ہے۔ اس کے ساتھ ساتھ پھر ان دواؤں کا ذکر ہے جو ان زہروں کو دفع کرنے کے لئے کامیاب ثابت ہوئی ہیں۔ پرانے امراض میں اس کتاب کی اہمیت ظاہر ہے۔

۴۔ ہومیوپیتھی کے اہم ترین اصول

پہلا اصول :۔ ہر قدرتی بیماری اپنا اظہار علامات کے ذریعہ سے کرتی ہے۔

دوسرا اصول :۔ دوا کے اثر کا علم تندرست جسم انسانی پر تجربہ کرکے حاصل کرنا چاہیئے

تیسرا اصول :۔ قدرتی بیماری اور دوا کے اثر کا باہمی شفابخشی کا تعلق ہومیوپیتھک اصول شفا ہے۔ یعنی ایک دوا اپنی بالمثل بیماری کو دور کر سکتی ہے۔

چوتھا اصول :۔ تجویز کردہ دوا اکیلی استعمال کی جانی چاہیئے۔

پانچواں اصول :۔ دوا قلیل ترین دی جانی چاہیئے جس سے شفا حاصل ہو جائے۔

۵۔ ہومیوپیتھک تجویز دوا کے ضروری اصول

پہلا اصول :۔ تجویز دوا قانون بالمثل کے مطابق ہے

دوسرا اصول :۔ قلیل ترین خوراک دوا کا استعمال جو شفا کے لئے ضروری ہو

تیسرا اصول :۔ جب مریض کو فائدہ شروع ہو جائے تو خوراک دوا کی دوہرائی بند ہو جانی چاہیئے۔

۱۳۔ علامات کی قسمیں

علامات کی دو قسمیں ہیں۔

پہلی قسم داخلی یا احساساتی علامات جو صرف مریض ہی محسوس کر سکے۔ لہٰذا صرف مریض ہی بتلا سکے۔ دوسری قسم خارجی علامات ہیں جو معالج بغیر مریض سے پوچھے معلوم کر سکتا ہے۔

داخلی علامات کی مثال کسی جگہ درد کا ہونا ہے اور خارجی علامات کی مثال بڑھی ہوئی تلی یا جگر یا جلد کی ابھاریں وغیرہ ہیں۔

۱۴۔ ہر مکمل علامت کے تین ضروری جزو

پہلا:۔ مقام علامت کا معلوم کرنا ہے۔

دوسرا:۔ احساس کا معلوم کرنا ہے کہ اس مقام پر کس نوعیت کا احساس ہے۔

تیسرا:۔ تکلیف کن حالات میں زیادہ ہو جاتی ہے اور کن حالات میں کم ہو جاتی ہے۔ یعنی تکلیف کے بڑھنے اور کم ہونے کی کیفیت۔

۱۵۔ تینوں اجزائے علامت میں سب سے اہم جزو

تیسرا جزو یعنی تکلیف کے کم و بیش ہونے کی کیفیت۔

۱۶۔ کیا ان اجزا کا ہر علامت میں ہونا ضروری ہے؟

جہاں تک ہو سکے ان اجزا کو مکمل کرنا چاہیئے تاکہ زیادہ سے زیادہ کیس قابو میں آسکے۔

۱۷۔ ہومیوپیتھی کا بیرونی طور پر علاج معالجہ کے ساتھ تعلق

ہومیوپیتھی بیرونی طور پر علاج معالجہ کو قطعاً خلافِ فطرت سمجھتی ہے۔ ماسوائے بیرونی ضربات کے جب کہ زخموں کو کیلنڈولا لوشن سے تر کرنا اور سادہ سی پٹی کرنا جائز ہے۔ اس کے علاوہ فالج وغیرہ اعصابی تکالیف میں بیرونی مالش کی بھی اجازت دیتی ہے لیکن بیرونی ابھاروں پر مرہموں کا استعمال یا گنٹھیا اور دیگر جوڑوں کے دردوں میں بیرونی مالش اور ادویات کا استعمال قطعاً ناواجب اور ناجائز تصور کرتی ہے

۱۸۔ ہومیوپیتھی کا سرجری (جراحی) کے ساتھ تعلق

بہت سے کیس جو ایلوپیتھی والے سرجری کے حوالے کر دیتے ہیں ان کو ہومیوپیتھی ادویات کے استعمال سے درست کرتی ہے کیونکہ ہومیوپیتھی کے نزدیک جسم کا کوئی عضو فالتو نہیں ہے اس کے علاوہ ہر عضو کوئی نہ کوئی کام کرتا ہے۔ جو تمام جسم کے فائدہ کے لئے ضروری ہوتا ہے۔ اس لئے جہاں کسی عضو کے کاٹ دینے سے اس عضو کا فائدہ ختم ہو جاتا ہے وہاں کسی اور عضو پر یا تمام جسم پر اس کی کمی کا اثر پڑنے لگتا ہے۔ چنانچہ ہومیوپیتھی کسی کیس کو صرف اس وقت سرجری کے حوالے کرتی ہے جب کہ دوا سے فائدہ پہنچنا ناممکن ہو گیا ہو۔

۱۹۔ مُسکّن دوا

وہ دوا ہے جو اکیلی اکیلی علامت یا حالت کے لئے وقتی طور پر تسکین پہنچانے کے لئے استعمال کی جائے۔ مسکن دوا عموماً ایلوپیتھی استعمال کرتی ہے۔ یہ دوائیں زیادہ مقدار میں جسم پر ایسا اثر قائم کرتے اور اس طرح سے چھا جانے کے لئے استعمال ہوتی ہے۔

۲۰۔ ہومیوپیتھی اور مُسکّن دَوا

ہومیوپیتھی ایسی مسکن دواؤں اور اس وقتی تسکین پہنچانے کے نظریہ کو باطل تصور کرتی ہے۔ کیوں کہ جب دوا کا اثر زائل ہوتا ہے تو مرض پہلے سے زیادہ شدت کے ساتھ باہر نکلتا ہے اور مریض کو پہلے سے بھی زیادہ تکلیف پہنچتی ہے۔

۲۱۔ ایلوپیتھی کی چند مُسکّن دوائیں

ایلوپیتھی درد کے لئے نیز غنودگی پیدا کرنے کے لئے مارفیا کا استعمال کرتی ہے۔ ملیریا بخاروں میں کونین کا استعمال کرتی ہے۔ اس کے علاوہ کولتار سے تیار کردہ دوائیں فینیسٹین، اینٹی پائیرین، سلفونل وغیرہ ہیں۔ بہت سے امراض خصوصاً جلدی امراض، سوزاک وغیرہ میں پنسلین کا استعمال سراسر وقتی اور مرض کو دبا دینے والا ہوتا ہے۔

ہومیوپیتھک دواسازی

۱۔ دواسازی کا مطلب

دواسازی مریضوں کے لیے دوائیں تیار کرنے کے فن کا نام ہے

۲۔ ہومیوپیتھک دواسازی کے اصولوں کے ماخذ

ہومیوپیتھک دواسازی کے ماخذ ہانمن اعظم کی تصانیف خصوصاً "آرگینن" ہے۔ ہانمن اعظم کی تصانیف اس فن پر دیگر ہومیوپیتھک کتب کے لئے بنیاد کی حیثیت رکھتی ہیں۔

۳۔ شیشیوں، بوتلوں وغیرہ کے سلسلہ میں اصول

سو فی صدی صفائی اور پاکیزگی نہایت ضروری ہے جو شیشیاں یا بوتلیں ایک دوا کے لئے استعمال کی گئی ہوں۔ ان کو ہرگز ہرگز کسی دوسری دوا کے لئے استعمال نہ کرنا چاہیے۔ اس کے علاوہ اسی دوا کی دوسری بلند طاقت کے لئے بھی اس کا استعمال ناجائز ہے۔ کارک ہمیشہ نئے ہونے چاہئیں۔

۴۔ دواؤں کا حل کرنا

وہ چیزیں جو دواؤں کو حل کرنے کے لیئے استعمال ہوتی ہیں نسبتاً بے اثر اشیاء ہوتی ہیں یعنی ان کا اپنا ذاتی ادویاتی اثر نہیں ہوتا بلکہ ان کے ذریعے سے ہم دیگر ادویات کی طاقت کو بڑھا لیتے ہیں۔ وہ اشیاء جو ہومیوپیتھک دواسازی میں اس سلسلہ میں استعمال ہوتی ہیں آب مقطر، الکحل اور شوگر آف ملک ہیں۔

۵۔ مدر ٹنکچر

جب ایک ادویاتی پودے کو کوٹ کر الکحل میں ڈالا جاتا ہے تو کچھ عرصے کے بعد اس پودے کے ادویاتی اجزاء بمعہ اس کے رنگ وغیرہ کے الکحل میں نکل آتے ہیں۔ اس محلول کو مدر ٹنکچر کہتے ہیں جس کا نشان "θ" ہے۔

۶۔ اونچی پوٹنسی یا اونچی طاقت

۳۰ پوٹنسی درمیانی پوٹنسی سمجھی جاتی ہے۔ ۲۰۰ یا اس سے زیادہ پوٹنسیاں اونچی پوٹنسیاں سمجھی جاتی ہیں۔

۷۔ سو کی سکیل اور دس کی سکیل

۱۰۰ کی سکیل ہانمن اعظم نے مقرر فرمائی تھی۔ اس سکیل میں ایک حصّہ دوا اور ۹۹ حصّے

الکحل ملائی جاتی ہے اور دس مرتبہ کسی کتاب وغیرہ پر شیشی کو جھٹکا جاتا ہے۔ پھر اس محلول سے ایک حصہ دوا لے کر اس میں ۹۹ حصہ الکحل ملائی جاتی ہے اور پھر اسے دس مرتبہ جھٹکا جاتا ہے۔ چنانچہ اسی طرح سے یہ سلسلہ جاری رہتا ہے۔ ہر مرتبہ یہ عمل کرتے سے دوا کی ایک پوٹنسی بڑھ جاتی ہے۔ عموماً ایک ہزار کی طاقت تک کی پوٹنسیاں ہاتھ سے ہی بنائی جاتی ہیں۔ اس کے بعد چونکہ انسانی طاقت سے بعید محنت ہے۔ لہٰذا مشینری کے ذریعے سے یہ عمل جاری رکھا جاتا ہے۔ چنانچہ ایک لاکھ بلکہ اس سے بھی زیادہ پوٹنسیاں اسی طرح سے تیار کی جاتی ہیں۔

دس کی سکیل میں ایک حصہ دوا اور ۹ حصے شوگر یا الکحل کا استعمال ہوتا ہے اور سو کی سکیل کی مانند یہ سلسلہ چلتا چلا جاتا ہے۔ یہ سکیل عموماً بایوکیمک ادویات میں استعمال ہوتی ہے اور اس کی تمیز سو کی سکیل سے "x" ایکس کے نشان سے ہوتی ہے مثلاً x ۳ x ۶ x ۱۲ وغیرہ سو کی سکیل میں پوٹنسیاں ۳۰، ۲۰۰، ۱۰۰۰ وغیرہ یعنی بغیر ایکس کے لکھی جاتی ہیں۔

۸۔ ہومیو پیتھک ادویات رکھ رکھاؤ کے لئے احتیاطیں

ہومیو پیتھک ادویات کو سورج کی کرنوں کے سامنے نہ رکھنا چاہیئے۔ نیز تیز بُو دار اشیاء مثلاً فینائل، تمباکو، عطریات، ایلو پیتھک ادویات کے ساتھ نہ رکھنا چاہیئے۔

۹۔ کیا ہومیوپیتھک ادویات کی جانچ پڑتال کے لئے کوئی طریقہ ہے جس سے ان دواؤں کا باثر ہونا یا درست ہونا معلوم ہو سکے

کوئی طریقہ نہیں ہے اسی وجہ سے یا تو معالج کو خود اپنے ہاتھ سے اپنی ادویات بنانی چاہئیں یا کسی با اعتماد فرم سے خریدنی چاہئیں۔

مریض کا امتحان اور مرض کا ریکارڈ

بنیادی اصولوں کی وضاحت کر دینے کے بعد ہم ضروری نہیں سمجھتے کہ ہومیوپیتھی کے کام کرنے کے طریقوں کی تشریح بھی اسی طرح سے کریں کیوں کہ اس طرح معاملہ بہت طول کھینچ جائے گا۔ اصول خود بخود فروعات کو جنم دیتے ہیں اور فروع وہی حقیقت اپنے اندر رکھتی ہے جو اصول میں موجود ہو۔

ہومیوپیتھی میں مریض کے امتحان کا صرف ایک ہی طریقہ ہانمن اعظم سے جاری ہے۔ صرف یہی نہیں کہ اس طریقہ کو آج تک بدلنے کی ضرورت ہی پیش نہیں آئی بلکہ اس سے بہتر اور کامیاب ترین طریقہ ثابت ہی نہیں ہو سکا۔ سچ ہے حقائق پر مبنی فروعات بھی مستقل حیثیت کے حامل ہوا کرتے ہیں۔

یہ تو آپ نے دیکھ لیا کہ ہومیوپیتھی دوا کی تمام علامات تندرست انسانوں پر آزما کر محفوظ کرلیتی ہے ۔ اب چونکہ ہم نے دوا کی علامات کو مریض کی علامات کے ساتھ منطبق کرنا ہے ۔ لہٰذا ہمیں مریض کی علامات بھی اسی طرح سے ریکارڈ کرنی پڑیں گی ۔ چنانچہ ہم مریض کو اپنی رام کہانی بیان کرنے کے لئے کہتے ہیں اور خود خاموشی سے کاغذ پر اس کے بیان کو منتقل کرتے چلے جاتے ہیں ۔ حتیٰ کہ اس کی تمام علامات کاغذ پر منتقل ہوجاتی ہیں ۔ اب ہم اس کے بیان پر جرح کرتے ہیں اور اس کی کہانی کے نامکمل حصوں کو پوچھ پوچھ کر مکمل کرتے ہیں ۔ مریض کے بیان کو مکمل کرچکنے کے بعد ہم اس کے جسم کا حواسِ خمسہ سے مشاہدہ کرتے ہیں اور چہرہ اور جسم پر ہمیں جو مرض کے نشانات ملتے ہیں نوٹ کرلیتے ہیں ۔ اس تمام عمل کے دوران ہمارے دماغ میں مرض کی ایک تصویر پیدا ہوجاتی ہے جسے وہ شخص ہی محسوس کرسکتا ہے جس نے اس تردد کے ساتھ یہ تمام عمل کیا ہو ۔ یہ کیس لینے کا یا مریض کے امتحان کا عمل کبھی تو چند منٹوں میں مکمل ہوجاتا ہے کبھی چند گھنٹوں میں اور کبھی چند دنوں میں ۔ کیونکہ یہ ضروری نہیں کہ آپ نے جو پہلی مرتبہ کیس کی علامات حاصل کرلی ہیں وہ اتنی اہمیت حاصل کرسکیں گی کہ کسی ایک دوا کی تجویز میں کوئی شبہ باقی نہ رہے گا اور اگر کوئی بہت پرانا کیس پہلی مرتبہ ہی صاف صاف دوا کی تصویر پیش کردیتا ہے تو ہمیں ایسے کیس کو خواہ مخواہ لٹکائے رکھنے کی چنداں ضرورت نہیں لیکن اگر کوئی کم پرانا کیس دوا کی تصویر واضح طور پر پیش نہیں کرتا تو ہمیں اس وقت تک مریض کی چھان بین کرنے کی ضرورت رہے گی جب تک کہ ہمیں مرض اور دوا کی متفقہ تصویر کیس میں نظر نہیں آجاتی ۔

تازہ امراض میں چونکہ علاماتِ مریض بالکل واضح اور صاف صاف ہوتی ہیں ۔ لہٰذا

ایسی حالتوں میں صرف چند مثلوں کے مشاہدہ ہی سے دوا تجویز ہو سکتی ہے۔ لیکن پرانے امراض میں جہاں کہ مریض نے ایلوپیتھی اور یونانی اسلحہ خانے کے ایسے ہتھیاروں سے جنگ کی ہو جو بجائے آگے کی طرف چلنے کے پیچھے کی طرف چلتے ہیں۔ وہاں علامات کیا مل سکتی ہیں لہٰذا ایسی حالت میں گھنٹوں اور دنوں کا تو کیا ذکر ہے علامات کو ترتیب میں لانے کے لئے مہینوں کی ضرورت پڑتی ہے۔ یہ باتیں ہومیوپیتھک آرٹ سے تعلق رکھتی ہیں۔ لہٰذا ہمیں اپنے ننھے ناظرین کی ضیافت طبع کے مدِ نظر ان الجھنوں سے پہلو بچا کر چلنا پڑے گا۔

یہ ہے مختصر طور پر مریض کے امتحان کا طریقہ جو بالکل سادہ۔ فطری اور حرف بحرف سچائی پر مبنی ہے۔ ہم نے اپنے دماغ سے کوئی خیالی چیز مریض کی علامات میں داخل نہیں کی۔ یہی طریقہ ہانمن اعظم استعمال کرتے تھے اور آج تک ان کے پیروکار اسی پر کاربند ہیں۔

اس طریقہ امتحان کے مندرجہ ذیل فوائد ہیں۔

۱۔ مریض اپنے گھر کی چوری کا حال زیادہ بہتر بتا سکتا ہے۔ لہٰذا مریض کے ذاتی بیان کا حرف بحرف ریکارڈ کر لیا جاتا ہے۔ جس پر ہم مریض کے چلے جانے کے بعد بھی اس ریکارڈ کو سامنے رکھ کر مزید غور و خوض کر سکتے ہیں۔

۲۔ اسی ریکارڈ پر مریض کے علاج کی کیفیت دی گئی دواؤں کے نام ان کی پوٹنسیاں دوا دوہرانے کی تاریخ وغیرہ درج کرتے ہیں۔

۳۔ مریض میں دورانِ علاج میں جو تبدیلیاں پیدا ہوتی ہیں ان کا نہایت آسانی سے پہلے ریکارڈ کردہ حالات مرض کے ساتھ مقابلہ کیا جا سکتا ہے۔

۴. جب تک یہ معلوم ہی نہ ہو کہ دشمن کس اسکیم کے ماتحت اور کتنی طاقت کے ساتھ حملہ کر رہا ہے۔ آپ ہی بتائیے۔ اس کی مدافعت اور پھر اس کا قلع قمع کیسے کیا جا سکتا ہے مریض کی ریکارڈ شدہ علامات ہمارے پاس دشمن کے حملہ کرنے کی مکمل اسکیم ہے اور جب ہم نے دشمن کی اسکیم معلوم کر لی تو ہم اپنی قوت کا درست ترین استعمال کر سکتے ہیں پھر ہمیں ایلوپیتھی کی طرح نہ تو مریض کو کئی گیلن ٹانک پلا کر مضبوط کرنے کی ضرورت ہے اور نہ ہی یونانی کی طرح خیروں کے ذخیرے خالی کرنے کی ضرورت ہے۔

۵. معالج کسی ایک مریض کی علامات مکمل طور پر اس ربط اور جزئیات کے ساتھ یاد نہیں رکھ سکتا۔ جس طرح کہ پہلی مرتبہ مریض بتاتا ہے۔ لہٰذا معالج کی اس فطری کمزوری کا جرمانہ مریض کو بھگتنا پڑتا ہے۔

حالانکہ مریض کی مرضیاتی تصویر کاغذ پر منتقل ہوئی ہو تو بقول ع

" جب ذرا گردن جھکائی دیکھ لی" والا قصہ ہو جاتا ہے۔

۶. مریض کا ریکارڈ بمعہ علاج کے ریکارڈ کے مریض کے کسی دوسری جگہ پر چلے جانے پر اس جگہ رہنے والے ہومیوپیتھک معالج کو بھیجا جا سکتا ہے اور اس طرح باضابطہ کارروائی کا فائدہ ظاہر ہے کہ مریض کا علاج جس اسکیم پر پہلے کیا جا رہا تھا۔ اگر وہ کامیاب تھی تو اسی پر آئندہ دوسرا معالج بھی جاری رکھ سکتا ہے۔

اس کے علاوہ بھی اس طریقہ کے بہت سے فوائد ہیں۔ لیکن نقصان ایک بھی نہیں۔ لہٰذا سچے ہومیوپیتھک معالج کی پہچان ہی یہی ہے کہ وہ ہر مریض کی علامات کا اور علاج کا باقاعدہ ریکارڈ رکھتا ہے۔ جو ایسا نہیں کرتا وہ جھوٹا ہومیوپیتھ ہے اور اعتبار کے قابل نہیں ہے

ایسے ہومیوپیتھ سے مریض کو بچنا چاہیے۔ کیوں کہ ایسے معالج کی یہ لاپرواہی مریض کے حق میں سخت مضر ہے۔ ایسے معالج کے پاس جہاں مریض مالی نقصان کرے گا وہاں اپنا بہترین اور قیمتی وقت بھی ضائع کرے گا جبکہ ہانمن اعظم کا سچا پیرو معالج باضابطہ اسکیم کے ماتحت مریض کی کشتیٔ حیات صحت کے کنارے لاسکتا ہے۔ خواہ کوئی کتنا ہی قابل ہومیو پیتھک معالج کیوں نہ بنتا پھرے جب تک کسی کیس پر اس کی گرفت مضبوط نہیں ہو جاتی اس سے مریض کو کیا بنیادی فائدہ پہنچ سکتا ہے اور ہم اسے ہانمن اعظم اور عظیم کینٹ کے برابر تو سمجھنے سے رہے جن کی زندگیاں انہیں ریکارڈوں کو لکھتے لکھتے گذریں۔

ہومیوپیتھک دوائیں

ہانمن اعظم کی زندگی میں کوئی ایک سو دوائیں تندرست انسانوں پر آزمائی جا چکی ہیں
ان کی وفات کے بعد مختلف دواؤں کی آزمائش ہوتی رہی۔ اس وقت ہومیوپیتھک میٹریا
میڈیکا میں ڈیڑھ ہزار دواؤں سے اوپر کا ذکر ملتا ہے۔ یہ اتنا بڑا دواؤں کا ڈھیر ہمارے لیے
کوئی باعث فخر نہیں ہے کیوں کہ ان سب دواؤں کی بالکل ناکافی علامات تحریر ہیں۔ ہانمن اعظم
کی دواؤں کے بعد بہت کم دوائیں اس قابل نظر آتی ہیں جن پر ہم اسی طرح سے بھروسہ
کر سکتے ہیں جس طرح سے ہانمن اعظم کی دواؤں پر۔ چنانچہ کام کی دوائیں بمشکل دو سو کے
قریب بنتی ہیں۔ ہم اس کتاب کے ناظرین کی خدمت میں مشہور عام ۴۸ دواؤں کا مختصر میٹریا میڈیکا
اور علاج الامراض پیش کرتے ہیں۔ یہ ۴۸ دوائیں روزمرہ کی تکالیف میں بالکل کافی ثابت
ہوتی ہیں اور ہر گھر میں بطور فسٹ ایڈ ان کو موجود ہونا چاہیے۔ ان کے علاوہ ادویات زیادہ
تر پرانے کیسوں میں استعمال ہوتی ہیں اور ان کی ضرورت عموماً تازہ تکالیف میں نہیں پڑتی

ہم یہ دوائیں اور مختصر علاج صرف اس لئے پبلک کو پیش کرتے ہیں کہ

۱۔ پبلک چھوٹی موٹی تکالیف میں خود ان دواؤں کو اپنے ہاتھوں سے استعمال کر کے
نتائج اخذ کر سکے۔

۲۔ حاد یعنی تازہ اور شدید تکالیف میں فوراً ہومیوپیتھک دوا شروع کی جا سکے اور ہومیوپیتھک
معالج کے دستیاب ہونے سے قبل اس ناختہ ہو کر غیر ہومیوپیتھک ادویات کو استعمال

کر کے مریض کو نقصان پہنچایا جاوے کیوں کہ یہ غیر ہومیوپیتھک ادویات ہر جگہ شیطان کی طرح حاضر و ناظر ہوتی ہیں۔

ہمیں یقین ہے کہ اس آزمائشی دعوت کو ہومیوپیتھک معالج بن جانے کی دعوت نہ سمجھا جائے گا۔ گاہے بگاہے ایکونائیٹ اور بیلاڈونا استعمال کرنے والا اس معالج کے برابر کبھی نہیں ہو سکتا جس کے زیر علاج ہر وقت متعدد مریض رہتے ہوں جس نے اس فن کو باقاعدگی سے سیکھا ہو اور پھر زندگی بھر کے لئے ہومیوپیتھی ہی کو اپنا اوڑھنا بچھونا بنا لیا ہو۔ یہ اس کا حق ہے کہ شدید تازہ کیسوں اور پرانے پیچیدہ کیسوں کو ہاتھ میں لے اور پبلک کا جو فرد اس کے اس حق کو چھیننے کی کوشش کرے گا وہ اس کے اس جائز حق کو نہیں چھینے گا بلکہ مریض کے ان قیمتی لمحوں کو برباد کرے گا جو ایک ہومیوپیتھک معالج کے ماتحت اس کے درست ہومیوپیتھک علاج میں کام آ سکتے ہیں۔

روزمرہ کے کام کی مشہور ۴۰ ادویات مندرجہ ذیل ہیں۔

۱۔ آرسینکم البم	۸۔ ایکونائیٹ	۱۵۔ بیلاڈونا
۲۔ آرنیکا	۹۔ ایلوز	۱۶۔ پائیروجینیم
۳۔ اپی کاک	۱۰۔ اینٹی مونیم ٹارٹ	۱۷۔ پلسٹلا
۴۔ ارجنٹم نائیٹریکم	۱۱۔ بپٹیشیا	۱۸۔ پوڈوفائیلم
۵۔ اگنیشیا	۱۲۔ برائی اونیا	۱۹۔ جلسیمیم
۶۔ ایپس میلی فیکا	۱۳۔ بریٹا کارب	۲۰۔ چائنا
۷۔ ایتھوزا	۱۴۔ بوریکس	۲۱۔ رسٹاکس

٢٢۔ سائنا
٢٣۔ سلفر
٢٤۔ سلیشیا
٢٥۔ فاسفورس
٢٦۔ فاسفورک ایسڈ
٢٧۔ فیرم فاس
٢٨۔ کاربو ویج
٢٩۔ کاسٹیکم
٣٠۔ کالوسنتھ

٣١۔ کُرچی
٣٢۔ کروٹن ٹگلیم
٣٣۔ کلکیریا کارب
٣٤۔ کیلنڈولا
٣٥۔ کیمعن
٣٦۔ کیمومِلا
٣٧۔ کیوپرم میٹلیکم
٣٨۔ کینتھرس
٣٩۔ گلونائین

٤٠۔ لائیکوپوڈیم
٤١۔ لیڈم پال
٤٢۔ مرکیورس سال
٤٣۔ نکس وامیکا
٤٤۔ نیٹرم میور
٤٥۔ وریٹرم البم
٤٦۔ ہائپیریکم
٤٧۔ ہیپر سلفر
٤٨۔ یوفریزیا

روزمرہ کی ۸۴ ادویات کی مختصر علامات

ا۔ آرسنکم البم

یہ دوا کثرت سے استعمال ہونے والی دواؤں میں سے ہے۔ اس دوا کی علامات عموماً نزلہ، زکام، ملیریا بخار، جلدی امراض، تپ محرقہ اور نقاہت میں ملتی ہیں جو نیچے درج کی جاتی ہیں۔ ان امراض کے علاوہ جہاں کہیں یہ علامات ملیں آپ اس دوا کو بے کھٹکے استعمال کریں۔ ہومیوپیتھک دوائیں امراض کے ناموں کی محتاج نہیں بلکہ جہاں کہیں ان کی علامات مل جاتی ہیں پوری طرح سے کام کرتی ہیں۔

آرسنکم البم کی چوٹی کی علامات۔ شدید بے چینی، شدید کمزوری، تھوڑی تھوڑی دیر بعد گھونٹ گھونٹ پانی پینا۔ گرمی سے تمام تکالیف میں افاقہ اور سردی سے تمام تکالیف میں زیادتی ہیں۔

معمولی امراض مثلاً نزلہ زکام میں یہ علامات ہو سکتا ہے پوری شدت سے نہ ملیں لیکن دمہ، ملیریا بخار، تپ محرقہ وغیرہ کی قسم کے شدید امراض میں پوری شدت سے ملیں گی۔ لہٰذا اس بات کا لحاظ رکھا جائے۔ یہی اصول تمام دواؤں کے لیے ہے۔

۲۔ آرنیکا

یہ چوٹوں کی پہلی دوا ہے اور تازہ اور پرانی چوٹوں کے بد اثرات ہیں اس کا استعمال ہوتا ہے۔ اس کے علاوہ اس کی علامات تپ محرقہ، وضع حمل کے بعد کی دردوں، جوڑوں کی دردوں، اسقاطِ حمل وغیرہ میں ملتی ہیں۔ علاماتِ خاص یہ ہیں۔

چوٹ کی ہسٹری: تازہ ہو خواہ سالہا سال کی پرانی تمام جسم میں دکھن اور درد کا احساس جیسے کہ چوٹوں کے بعد ہوا کرتا ہے اور جلد پر نیلے داغ پیدا ہوتا ہیں۔ یہ داغ بھی جلد پر چوٹ لگنے کے مشابہ ہوتے ہیں۔

۳۔ اپی کاک

یہ دوا عموماً دمہ، جریانِ خون، ملیریا بخار، قے، کالی کھانسی، بچوں کی برانکائیٹس وغیرہ میں کارآمد ہے۔

مختلف قسم کے امراض میں اگر قے اور متلی پائی جائے تو سب سے پہلے اس دوا کا استعمال کریں مثلاً جریانِ خون اور متلی، کالی کھانسی اور متلی وقے، دمہ، قے ہر قسم اور ملیریا بخار میں بطور روزمرہ کی دوا کے استعمال کریں۔

۴۔ ارجنٹم نائیٹریکم

اس دوا کی علامات بالعموم بچوں کے اسہال میں جو خارج ہونے کے بعد رنگ بدل جائیں (خارج ہوں تو پیلے رنگ کے اور ہوا لگنے پر سبز ہو جائیں)، آنکھوں کی تکالیف خصوصاً گلگروں اور دماغی کمیوں میں پائی جاتی ہیں۔

خاص علامات :۔ میٹھی اشیاء کی ناقابل برداشت خواہش۔ گرم مزاجی یعنی گرمی میں اور بند کمروں میں علامات کا بڑھ جانا اور ٹھنڈ میں اور کھلی ہوا میں آرام رہنا اور مختلف قسم کی دماغی حالتیں ہیں۔ جس میں ڈر اور خوف نمایاں ہے۔

۵۔ اگنیشیا

اگنیشیا ہسٹریا والے مریضوں کے لئے پہلی دوا ہے۔ لہٰذا تمام علامات اور تکالیف جو ہسٹریا کے مریض میں پیدا ہوں۔ ان کے لئے اس دوا کا اکثر استعمال کیا جاتا ہے۔

خاص علامات :۔ گلے میں گولا اٹکا ہوا معلوم ہونا۔ ٹھنڈی آہیں بھرتے رہنا۔ غم کے بد اثرات اور عجیب و غریب علامات کا پیدا ہونا۔ مثلاً بدہضمی میں نرم غذا سے زیادتی اور موٹی جھوٹی غذا سے آرام۔ ملیریا بخاروں میں سردی کے درجہ میں پیاس اور چہرہ سرخ لیکن گرمی کے درجہ میں پیاس ندارد وغیرہ۔

۶۔ ایپس میلی فیکا (شہد کی مکھی)

یہ دوا اکثر چھپاکی۔ پیٹ و سر وغیرہ میں پانی پڑنے۔ سُرخ باد۔ سرسام۔ لوزتین کی سوزش وغیرہ میں کام آتی ہے۔

خاص علامات :۔ سوجن جیسے کہ شہد کی مکھی نے کاٹا ہو۔ ڈنگ دار اور جلن دار درد۔ پیاس کا نہ ہونا۔ گرمی سے تمام تکالیف کا بڑھنا اور سردی سے آرام آنا ہیں۔

۷۔ ایتھوزا

یہ دوا شیر خوار بچوں کی دوا ہے اور شیر خوار بچوں کی قے اور ہیضہ میں اکثر استعمال ہوتی ہے۔

خاص علامات :۔ شیر خوار بچوں میں موسم گرما میں قے اور ہیضہ جب کہ بچہ بہت دودھ پی لے اور فوراً یا کچھ دیر بعد بڑی تکلیف سے قے کر دے اور قے کے بعد بالکل نڈھال ہوکر غنودگی میں چلا جائے۔ جاگنے پر یہی عمل کرے۔ پاخانہ پتلا۔ زرد سبزی مائل لیسدار۔ پیاس ندارد۔

۸۔ ایکونائیٹ (میٹھا تیلیا)

یہ دوا ہر تازہ مرض کے شروع میں کام آتی ہے جب کہ علامات میں شدت پائی جائے
خاص علامات :۔ شدید بے چینی، گھبراہٹ اور موت کا خوف، تیز سرد خشک ہوا سے تکالیف کا پیدا ہونا۔

نوٹ :۔ اکثر معمولی تکالیف میں علامات اتنی شدید نہیں ہوں گی کہ شدید بے چینی گھبراہٹ اور موت کا خوف پیدا کر دیں۔ ایسے کیسوں میں مرض کی ابتدا کا ہونا اور علامات کا شدید ہونا کافی ہیں۔ موت کا خوف وغیرہ نمونیہ۔ خناق۔ بخاروں۔ جریان خون وغیرہ میں اکثر ملے گا۔

۹۔ ایلوز (مصبر)

یہ دوا اسہال (خصوصاً بچوں کے) اور بواسیر میں کارآمد ہے۔

خاص علامات:۔ اسہال کے ساتھ ساتھ مقعد پر بوجھ، مقعد کا بہت کمزور ہونا کہ ریاح خارج کرتے وقت پاخانہ بھی ساتھ ہی نکل جاوے۔ بواسیر انگور کے خوشوں کی مانند جب کہ سرد پانی سے استنجا کرنے سے آرام رہے۔

۱۰ اینٹی مونیم ٹارٹ

یہ دوا کمزور مریضوں، بچوں اور بوڑھوں کی چھاتی کی تکالیف میں نیز چیچک میں اکثر سودمند ہے۔

خاص علامات:۔ چھاتی میں بلغم بہت بولے لیکن چھاتی کی کمزوری کی وجہ سے خارج نہ ہوسکے۔ چیچک میں بطور روزمرہ کی دوا کے استعمال کریں۔

۱۱۔ بپٹیشیا (جنگلی نیل)

یہ دوا تپ محرقہ میں کام آتی ہے۔

خاص علامات:۔ مریض اکثر غنودگی کی حالت میں ہوتا ہے اور ہذیان بکتا ہے۔ تمام جسم اور جملہ اخراجات جسم (پیشاب، پاخانہ، پسینہ وغیرہ) سے بدبو آتی ہے۔

۱۲۔ برائی اونیا

یہ دوا بہت سی روزمرہ کی تکالیف میں اپنی خاص علامات کے ماتحت کام آتی ہے۔ عام امراض جن میں اس کی علامات پائی جاتی ہیں نمونیہ۔ قبض۔ کھانسی۔ تپ محرقہ۔ جگر کی تکالیف۔ خسرہ۔ پلوریسی۔ جوڑوں کی دردیں اور سوجنیں۔ چیچک۔ پستانوں کی تکالیف وغیرہ وغیرہ ہیں۔

خاص علامات:۔ تمام علامات حرکت سے بڑھ جاتی ہیں اور چپ چاپ لیٹنے سے آرام رہتا ہے۔ درد والی جانب لیٹنے سے آرام۔ گھنٹہ ڈیڑھ گھنٹہ بعد ایک آدھ گلاس پانی کی پیاس۔ چبھن دار دردیں۔ منہ خشک۔ مقعد خشک۔ لہٰذا پیاس اور قبض۔ زبان عموماً سفید ہوتی ہے۔

۱۳۔ بریٹا کارب

اس دوا سے اکثر ان بچوں کو فائدہ پہنچتا ہے جن کے لوزتین مستقل طور پر بڑھے ہوئے رہتے ہیں۔

خاص علامات:۔ لوزتین یعنی گلوں کا مستقل طور پر بڑھا ہوا ہونا اور ان کی وجہ سے کھانسی اور دیگر تکالیف کا رہنا۔

۱۴۔ بوریکس

یہ دوا عموماً بچوں کی تکالیف میں استعمال ہوتی ہے۔ منہ میں چھالے اور اس کے ساتھ دن رات سبز رنگ کے پاخانے آتے ہیں۔

خاص علامات۔ نیچے کی طرف حرکت کرنے سے تکلیفات کا بڑھنا اور یکدم آواز سے ڈر جانا ہیں۔ بچہ نیچے چارپائی پر لٹاتے وقت خوب چیخے چلائے اور ڈر کے مارے ماں یا نرس کو چمٹنے کی کوشش کرے۔

۱۵۔ بیلاڈونا

یہ دوا اکثر استعمال ہونے والی ہے خصوصاً بچوں میں اس کی علامات اکثر پائی جاتی ہیں ان بے شمار امراض میں سے جن میں یہ دوا استعمال ہوتی ہے موٹے موٹے امراض یہ ہیں۔ سُرخ پھنسی۔ سکتہ۔ ہذیان۔ کھانسی۔ دانت نکلنے کی تکالیف۔ مرگی کے دورے۔ تحرخباد آشوب چشم۔ بخار ہر قسم (سوائے تپ محرقہ) غدودوں کی سوجنیں۔ سردرد۔ سرسام۔ کن پیڑے گلے کی سوزش۔ کالی کھانسی۔ عورتوں کی تکالیف وغیرہ۔

خاص علامات۔

سر کی طرف اجتماعِ خون جس کی وجہ سے سر گرم۔ پاؤں ٹھنڈے، چہرہ اور آنکھیں سُرخ ہوتی ہیں۔ مریض عموماً پُر خون اور موٹا تازہ۔ لہٰذا تکالیف میں شدت ہوتی ہے شور و غل سے نفرت۔ بخاروں میں اکثر بچہ چُپ چاپ لیٹا رہتا ہے اور نیند میں ڈرتا ہے۔

۱۶۔ پائیروجینم

یہ دوا تعفنِ خون کی علامات خصوصاً پر سوتی بخار میں بہترین ثابت ہوئی ہے۔

خاص علامات:۔ پرسوتی بخار میں جب کہ اخراجات بدبودار ہو جائیں۔ نبض اور ٹمپریچر آپس میں مطابقت نہ کریں۔ نبض سے کم بخار معلوم ہو لیکن تھرمامیٹر سے بہت زیادہ بخار ظاہر ہو، تمام جسم درد کرے۔

۱۷۔ پلسٹلا

یہ دوا بھی دن رات استعمال ہونے والی دواؤں میں سے ہے۔ اس کی علامات عموماً عورتوں میں پائی جاتی ہیں۔ دودھ کی کمی۔ حیض کی بندش۔ حیض کا درد سے آنا۔ کان کی تکالیف۔ معدہ کی تکالیف۔ سوزاک۔ وضع حمل۔ لیکوریا۔ خسرہ۔ خصیتین کی سوزش۔ دورانِ حمل کی تکالیف۔ سوزاک، وضع حمل وغیرہ میں اکثر روزانہ کام آتی ہے۔

خاص علامات:۔ تمام علامات میں گرمی سے زیادتی اور سردی سے آرام۔ پیاس ندارد مگر منہ خشک۔ رطوبات زرد رنگ کی۔ دردیں جگہ بدلتی ہیں۔ شام کے وقت تمام تکالیف میں اضافہ ہو جاتا ہے۔ مرغن غذاؤں مثلاً پیسٹری وغیرہ سے ہاضمہ وغیرہ خراب ہو جانا۔ پلسٹلا کی مریض عورت عموماً خوبصورت ذرا موٹے جسم کی اور بات بات پر آنسو بہانے والی ہوتی ہے۔

۱۸۔ پوڈوفائیلم

یہ دوا بالعموم اسہال میں خصوصاً بچوں کے شدید اسہال میں کارآمد ہے۔

خاص علامات:۔ بڑی مقدار میں سخت بدبودار اسہال جس کے آنے کے بعد بچہ

انتہائی کمزور ہو جاتا ہے۔ عموماً دستوں میں پانی اور پاخانہ الگ الگ ہوتے ہیں (ایسے اسہال کو اگر ہم بچوں کا ہیضہ کہہ دیں تو بے جا نہ ہوگا)

۱۹۔ جلسیمیم (زرد چنبیلی)

یہ دوا نزلہ زکام۔ بخاروں، انفلوئنزا، خسرہ، فالج، تپ محرقہ وغیرہ میں اکثر استعمال ہوتی ہے۔

خاص علامات:۔ پیاس بالکل نہ ہونا۔ تمام بیماریوں میں انتہائی اعصابی کمزوری جس کی وجہ سے مریض اگر کھڑا ہو گیا ہو یا بازو اٹھائے تو ٹانگیں اور ہاتھ کانپتے ہیں۔ غنودگی۔ مریض کو بلایا جائے تو قدرے آنکھیں کھول کر پھر بند کر لے گا۔ فالج اس اعصابی کمزوری کے نتیجہ کے طور پر اکثر واقع ہو جاتا ہے۔ گرمی سے تکلیف بڑھتی ہے۔ سردی سے آرام رہتا ہے۔

۲۰۔ چائنا

چائنا جس کے مرکبات غیر ہومیوپیتھک طبیبیں ملیریا بخار کے لئے اندھا دھند استعمال کرتی ہیں اپنی خاص علامات کے ماتحت مختلف اقسام کے امراض میں شفا بخشتی ہے۔ عام امراض کمی خون۔ نقاہت۔ اسہال، معدہ کی تکالیف، اجریانِ خون، ملیریا بخار۔ تلی کا بڑھنا۔ جگر کے عوارض وغیرہ ہیں۔

خاص علامات:۔ رطوبات جسمانیہ کا زیادہ مقدار میں جسم سے ضائع ہو جانا۔ اور

اس کے بد اثرات مثلاً نقاہت۔ کانوں میں گھنٹیاں بجنا۔ تمام پیٹ میں ریاح کا بکثرت پیدا ہوتے رہنا۔ دورہ دار امراض۔ بدہضمی کے پاخانے۔

۲۱۔ رسٹاکس

یہ دوا بالعموم کمر درد۔ سرخباد۔ تپ محرقہ۔ موچ۔ فالج۔ جوڑوں کی دردوں۔ لنگڑی کا درد اور جلدی آبلہ دار امراض میں اکثر استعمال ہوتی ہے۔

خاص علامات:۔ تمام جسم میں دردیں جن کی وجہ سے متواتر اور شدید بے آرامی مریض دردوں کی وجہ سے متواتر کروٹیں بدلتا ہے اور حرکت سے آرام رہتا ہے۔ چپ چاپ لیٹنے سے تکلیفات بڑھ جاتی ہیں۔ سرد مرطوب موسم میں تمام علامات بڑھ جاتی ہیں۔ گرم سرد ہونے یعنی بھیگ جانے کی وجہ سے تکالیف کا پیدا ہونا۔

۲۲۔ سائنا

اس دوا کی علامات عموماً ان بچوں میں ملتی ہیں جن کے پیٹ میں کیڑے پائے جاتے ہیں

خاص علامات:۔ کیڑوں کی علامات خصوصاً ناک ملنا۔ نیند میں دانت پیسنا۔ پیشاب دودھیا رنگ کا۔ بچے کا مزاج چڑچڑا۔ نیند میں اکثر چونک پڑتا ہے۔ بھوک کرمی بچے کی مانند زیادہ لگتی ہے۔

۲۳۔ سلفر (گندھک)

چڑی کی دواؤں میں سے ایک ہے۔ اس دوا کی علامات ہر قسم کے امراض میں پائی جاتی ہیں۔
عام امراض: پھنسی۔ پھوڑے۔ قبض۔ خارش۔ پرانا سوزاک۔ بواسیر۔ جگر کی تکالیف۔ نمونیہ
جلدی امراض۔ تپ دق وغیرہ۔

خاص علامات:۔ ہاتھوں پاؤں اور سر کی چوٹی میں جلن اور خارش سلفر کی خاص علامت ہے۔ گرمی میں تمام تکالیف بڑھ جاتی ہیں۔ تمام بیماریوں میں جب کہ کوئی دوا علامات کے باوجود کام نہ کرے تو سلفر دیں۔ سلفر کا مریض نہانے سے دور بھاگتا ہے اور گندا ہوتا ہے۔ رات کو بستر میں خارش اور جلن کی علامات تیز ہو جاتی ہیں۔ مریض کو پیاس بہت لگتی ہے اور بھوک کم۔

۲۴۔ سیلیشیا

یہ دوا اکثر پیپ دار کیسوں میں کامیابی سے استعمال کی گئی ہے۔ پھوڑے۔ ہڈیوں کے امراض۔ قبض۔ مرگی۔ غدودوں کی سوزش۔ خنازیر۔ سل وغیرہ میں اکثر اس کی علامات ملتی ہیں۔

خاص علامات:۔ پاؤں میں شدید بدبودار پسینہ آتا رہتا ہے۔ سر پر بھی پسینہ آتا ہے اور سر کو سردی بہت محسوس ہوتی ہے۔ لہٰذا مریض سر کو ہر وقت ڈھانپ کر رکھتا ہے پیپ کو خارج کرتی ہے۔

۲۵۔ فاسفورس

یہ دوا کھانسی۔ نمونیہ۔ سِل ودق۔ جسمانی اور دماغی کمزوری۔ عرضی حیض وغیرہ میں کثرت سے استعمال ہوتی ہے۔

خاص علامات:۔ ہتھیلیوں میں اور کندھوں کے درمیان جلن۔ سرد پانی کی پیاس جو گرم ہونے پر قے ہوجاتا ہے۔ جریانِ خون کا مزاج دُبلا پتلا، لمبا، خوبصورت مریض جسے دیکھتے ہی سِل کا فوراً عائد کیا جاسکے۔

۲۶۔ فاسفورک ایسڈ

یہ دوا بال گرنے۔ اعصابی کمزوری۔ ذیابیطس۔ جریان۔ تپ محرقہ اور دماغی کیسوں میں اکثر استعمال ہوتی ہے۔

خاص علامات:۔ کثرتِ جماع ومشت زنی کے بداثرات۔ پیشاب بکثرت اور لسی کی مانند آتا ہے۔ مریض انتہائی مایوس ہوتا ہے اور دنیا سے اور اپنی ہستی سے لاپرواہ ہوجاتا ہے

۲۷۔ فیرم فاس

یہ دوا ایکونائیٹ کی مانند ہر مرض کے شروع میں استعمال ہوتی ہے۔ مگر اس کی علامات اس قدر شدید نہیں ہوتیں جتنی کہ ایکونائیٹ کی ہوتی ہیں۔

خاص علامات:۔ ہر مرض کا شروع خصوصاً جب کہ بخار ساتھ ہو۔ سوزشوں کا پہلا درجہ جب کہ رساؤ نہ پڑا ہو۔ جریانِ خون خواہ جسم کے کسی حصہ سے ہو۔ خون چمکدار، سُرخ، کچّی خون

والے مریض۔

۲۸۔ کاربو ویج (لکڑی کا کوئلہ)

یہ دوا ضعف، انتہائی کمزوری، معدہ کی تکالیف، تپ محرقہ وغیرہ میں کارآمد ہے۔
خاص علامات:۔ تمام امراض کا آخری درجہ جب کہ قوت حیات بہت کمزور ہو گئی ہو، تمام جسم سرد ہو مگر مریض پنکھا جھلائے جانے کی خواہش کرے۔ تمام حاد امراض کے باقی ماندہ بد اثرات۔ ریاح کا معدہ میں کثرت سے پیدا ہونا اور خارج ہونے والی ریاح کا شدید بدبودار ہونا ہیں۔

۲۹۔ کاسٹیکم

فالج کی چوٹی کی دوا ہے۔ عموماً دائیں طرف کا اور مقامی فالج۔ خشک کھانسی جس کے ساتھ حنجرہ اور ہوا کی نالی میں چھلے ہونے کا احساس۔ کھانسی کے ساتھ پیشاب نکل جاتا ہے۔ وضع حمل کے بعد پیشاب کا بند ہو جانا۔ صبح کے وقت گلا بیٹھنا۔
خاص علامات:۔ خصوصاً مقامی فالج۔ کھانسی کے ساتھ پیشاب نکل جانا اور ہوا کی نالی میں چھلے ہونے کا احساس۔

۳۰۔ کالوسنتھ (تمہ)

یہ دوا اکثر قولنج، اعصابی دردوں، پیچش، پُر درد حیض وغیرہ میں استعمال ہوتی ہے۔

خاص علامات:۔ شدید اعصابی دردیں جن کو سخت دباؤ سے آرام آتا ہے چنانچہ پیٹ درد میں مریض ہاتھ سے پیٹ کو دباتا ہے اور اس طرح اسے افاقہ رہتا ہے۔

۳۱۔ کُرچی

یہ ملکی دوا ہے اور پیچش میں اس کامیابی سے استعمال کیا گیا ہے۔ پیچش خواہ کسی قسم کی ہو عموماً اس سے درست ہو جاتی ہے۔ انتڑیوں سے جریانِ خون کے لئے بھی اس کا استعمال اکثر مفید رہتا ہے۔

خاص علامات:۔ کوئی خاص علامت سوائے اس تجرباتی علامت کے نہیں ہے کہ یہ دوا پیچش میں مفید ہے۔

۳۲۔ کروٹن ٹگلیم (جمال گوٹہ)

اسہال میں خصوصاً بچوں کے اسہال میں اس دوا کا استعمال ہوتا ہے۔

خاص علامات:۔ زرد رنگ کے پانی کی طرح دست جو یکدم پچکاری کی طرح خارج ہوں۔

۳۳۔ کلکیریا کارب (چونہ)

یہ بہت بڑی مزاجی دوا ہے اور اس کی علامات عموماً موٹے افراد میں ملتی ہیں۔ یہ دوا عموماً بچوں کی بہت سی تکالیف، مرگی، غدودوں کی تکالیف، سل و دق وغیرہ

میں کارآمد ہے۔

خاص علامات :۔ موٹے اور پلپلے بچے اور موٹے افراد جن کے پاؤں ٹھنڈے رہتے ہوں اور سر پر پسینہ آتا رہتا ہو۔ قے۔ پاخانہ۔ پسینہ۔ ذائقہ وغیرہ میں کھٹاس کا ہونا۔ بلغمی اور خنازیری مزاج والے افراد، بچوں میں اس دوا کی علامات اکثر پائی جاتی ہیں۔ بچہ دودھ ہضم نہیں کر سکتا۔ سفید رنگ کے اسہال کرتا ہے۔ مٹی کھانے کی طرف رغبت رکھتا ہے

۲۴۔ کیلنڈولا

یہ دوا چوٹوں اور زخموں میں بیرونی طور پر استعمال ہوتی ہے۔ اس دوا کو پانی میں ایک اور چھ کی نسبت سے لوشن بنا کر یا اسی نسبت سے ویزلین میں مرہم تیار کر کے استعمال کیا جاتا ہے۔

۲۵۔ کیمفر (کافور)

ہیضہ کی ابتدائی اور مستند دوا ہے۔ نزلہ زکام کے شروع میں اس کا استعمال کیا جاتا ہے

خاص علامات :۔ ہیضہ کی ابتدا میں بطور مجرب کے استعمال کریں۔ ہلاک کن امراض کے خاتمہ پر جب کہ تمام جسم سرد ہو جائے۔ تو جسم کو گرم کرنے اور قوتِ حیات کو سنبھالنے کے لئے اس کا استعمال کریں۔ جسم کی بیرونی ٹھنڈی حالت کے باوجود مریض اوپر کپڑا لینا پسند نہیں کرتا۔

نوٹ :۔ اس دوا کے مدر ٹنکچر کا استعمال کھانڈ یا شوگر آف ملک میں کریں۔ پانی میں استعمال

نہ کریں۔

۳۶۔ کیموملا (گل بابونہ)

اس دوا کی علامات اکثر بچوں میں پائی جاتی ہیں۔ دانت نکالنے کے زمانہ کی تکالیف۔ قولنج۔ کان درد۔ وضع حمل۔ بے خوابی وغیرہ میں اس دوا کا اکثر استعمال ہوتا ہے۔

خاص علامات:۔ معمولی علامات کا نہایت پُردرد صورت میں پیش ہونا۔ مریض خواہ بچہ ہو یا بڑا۔ انتہائی چڑچڑا۔ دردیں ناقابلِ برداشت۔ دانت نکالنے کے زمانہ میں سبز رنگ کے اسہال اور قولنجی دردیں۔ بچہ چاہتا ہے کہ اسے ہر وقت اٹھا کر پھرتے رہو۔

۳۷۔ کیوپرم میٹیلیکم (تانبہ)

کیوپرم کا استعمال خصوصاً ہیضہ۔ قولنج۔ مرگی اور کالی کھانسی میں ہوتا ہے۔

خاص علامات:۔ اس دوا کی خاص علامت تشنج ہے اور جس مرض میں بھی اس دوا کا خاص تشنج ملے گا یہ دوا کارآمد ثابت ہوگی۔ اس دوا کا تشنج ہاتھوں اور پاؤں کی انگلیوں سے شروع ہوتا ہے اور پھر تمام جسم پر عام ہو جاتا ہے۔ تشنج میں عموماً چہرہ نیلا ہو جاتا ہے۔

۳۸۔ کینتھرس (تیلنی مکھی)

یہ دوا بالعموم سوزاک اور پیشاب کی تکالیف میں اکثر استعمال ہوتی ہے۔ جلنے کے

لئے مجرب ہے۔

خاص علامات:۔ شدید جلن دار پیشاب قطرہ قطرہ خارج ہوتا ہے۔ پیشاب کی حاجت بار بار ہوتی ہے مگر پیشاب رُک رُک کر اور قطرہ قطرہ خارج ہوتا ہے۔ جل جانے پر اندرونی اور بیرونی طور پر استعمال کریں۔

۳۹۔ گلونائین

سن سٹروک اور سر کی طرف ہائی بلڈ پریشر کی خاص دوا ہے۔

خاص علامات:۔ سن سٹروک یا سن سٹروک کی مانند علامات خواہ کسی وجہ سے پیدا ہو جائیں۔

۴۰۔ لائیکوپوڈیم

یہ دوا اپنی خاص علامات کے ماتحت بہت سی پرانی اور حاد تکالیف میں کامیابی سے استعمال کی جاتی ہے۔ قبض۔ معدہ کی تکالیف۔ جگر کی تکالیف۔ نامردی وغیرہ میں اکثر استعمال ہوتی ہے۔

خاص علامات:۔ بہت بھوک لگنا مگر دو چار لقمے سے ہی پیٹ کا بھر جانا۔ ناف کے نیچے ریاح کا زیادہ رہنا۔ پیشاب میں سُرخ ریت کا آنا۔ ۴ سے ۸ بجے شام تمام علامات میں زیادتی۔ علامات دائیں جانب زیادہ تر پیدا ہوتی ہیں۔ یا دائیں سے بائیں طرف جسم کے جاتی ہیں۔ گرم چیزیں پینے کی خواہش۔

۴۱۔ لیڈم پال

یہ دوا عموماً جوڑوں کی دردوں، زخموں اور بچھوؤں اور بھڑوں کے کاٹنے میں استعمال ہوتی ہے۔

خاص علامات:۔ جوڑوں کی تکالیف پاؤں سے شروع ہوتی ہیں اور اوپر کی طرف جاتی ہیں۔ پاؤں کو سخت سرد پانی میں رکھنے سے آرام۔ تیز نوکدار چیزوں کے زخموں کا ہونا۔ بچھوؤں اور بھڑوں کے کاٹنے میں بطور مجرب استعمال کریں۔

۴۲۔ مرکیورس سال (پارہ)

یہ دوا اپنی علامات خاص کے ماتحت بے شمار امراض میں استعمال ہوتی ہے، چیدہ چیدہ امراض پیچش، ہڈیوں کی تکالیف، کان اور آنکھ کی تکالیف، جگر کی تکالیف ______ کن پیڑے، گلے کی تکالیف، آتشک، دانتوں کی تکالیف، لوزتین کی سوزش وغیرہ ہیں۔

خاص علامات:۔ رات کو اور بستر کی گرمی میں تمام علامات کا بڑھ جانا، منہ سے رال کا بہت بہنا اور کثرت سے بغیر افاقہ کے پسینے آتے رہنا ہیں۔

۴۳۔ نکس وامیکا (کچلا)

یہ روزمرہ کی دوا ہے غالباً اس دوا کو دیگر تمام ادویات سے زیادہ استعمال کیا جاتا ہے۔

عام امراض جن میں اس دوا کا استعمال ہوتا ہے۔ قبض۔ بواسیر جگر کی تکالیف، شراب تمباکو، چائے کے بداثرات۔ مرگی۔ معدہ کے عوارض، بے خوابی۔ جریان۔ پیشاب کی تکالیف اور بے شمار دیگر تکالیف ہیں۔

خاص علامات:۔ مریض بہت چڑچڑا اور غصہ والا۔ پاخانہ کی بار بار آور نامکمل حاجت صبح کے وقت تمام علامات کا خراب ہونا اور غیر معتدل زندگی بسر کرنا۔ عموماً نشہ بازوں اور بیٹھ کر کام کرنے والے افراد میں اس کی علامات ملتی ہیں۔

۴۴۔ نیٹرم میور (نمک طعام)

نیٹرم میور انیمیا۔ نزلہ وزکام۔ قبض۔ سردرد۔ ملیریا بخار۔ بچوں کے سوکھا پن وغیرہ میں استعمال ہوتی ہے۔

خاص علامات:۔ قبض۔ سردرد اور پیاس کا اکٹھا واقع ہونا۔ ۱۰ سے ۱۱ بجے صبح علامات کا شروع ہونا۔ گرم موسم میں اور گرمی سے علامات میں زیادتی۔ نمک کھانے کی بہت خواہش نزلہ اور قبض کا اکٹھا واقع ہونا۔

۴۵۔ وریٹرم البم

یہ دوا ہیضہ اور اسہال میں کارآمد ہے۔

خاص علامات:۔ تمام جسم سرد اور ماتھے پر ٹھنڈا پسینہ، ہیضہ اور اسہال میں قے اور پاخانے بہت بڑی مقدار میں خارج ہوتے ہیں۔

۴۶۔ ہائپریکم

یہ دوا چوٹ زدہ اعصاب کے لیئے استعمال ہوتی ہے۔ ہاتھوں پیروں کی انگلیوں پر چوٹ لگنا۔ ریڑھ کی ہڈی، دُمچی کی ہڈی اور دماغ پر چوٹ لگنا۔ ہر قسم کی علامات جو اعصاب پر چوٹ لگنے کے بعد پیدا ہوں مثلاً تشنج وغیرہ۔

خاص علامات:۔ اعصاب پر چوٹ لگنے سے دردیں چوٹ کے مقام سے دیگر حصّہ جسم کی طرف بڑھیں۔ دماغ اور ریڑھ کی ہڈی پر چوٹ لگنے کی وجہ سے تازہ و پرانے اثرات

۴۷۔ ہیپر سلفر

زخم، پھوڑے پھنسیاں، جلد وغیرہ چھونے سے بہت پُر درد۔ ذراسی چوٹ پر فوراً پیپ پڑنے پر پیپ نکالتی ہے اور اونچی طاقت میں دینے سے سوزش فوراً ختم ہو جاتی ہے اس کا مریض سردی بہت محسوس کرتا ہے۔

خاص علامات:۔ پھنسی پھوڑے چھونے سے بہت پُر درد۔ معمولی زخم میں فوراً پیپ پڑ جانا۔ اور سرد ہوا سے علامات کا بڑھ جانا۔

۴۸۔ یوفریزیا

نزلہ۔ زکام۔ آنکھوں کی تکالیف اور خسرہ میں اس دوا کا استعمال ہوتا ہے۔

خاص علامات:۔ آنکھوں کی ہر قسم کی تکالیف میں جب کہ آنکھوں سے تیزابی پانی

متواتر چلتا رہے۔ نزلہ زکام اور خسرہ میں بھی یہی علامت ملتی ہے۔ ناک کا پانی خراش پیدا نہیں کرتا۔

علاج الامراض

گزشتہ بیانات کے مدنظر ناظرین مرض، مریض اور دوا کے بارے میں ایک مجمل سا خاکہ اپنے دماغ میں رکھتے ہوں گے۔ امراض کو دو حصوں میں تقسیم کیا جا سکتا ہے۔ اول حاد یعنی تازہ امراض اور دوم مزمن یعنی پرانے امراض۔

تازہ یا حاد امراض یکدم شدت سے پیدا ہوتے ہیں اور چند دنوں کے اندر اندر مریض کی زندگی یا موت کا یک طرفہ فیصلہ سنا دیتے ہیں۔ تازہ امراض کیوں پیدا ہوتے ہیں؟ اس کی وجہ لامحالہ مریض کی مزمن کیفیت ہے جو موسمی یا غذائی یا کسی اور تحریک سے یک دم ہیجان میں آجاتی ہے۔ اگر مزمن کیفیت مریض میں نہ ہوتی تو کبھی بھی تازہ مرض پیدا نہ ہو سکتا۔

تازہ مرض میں جیسے مرض عروج پر ہوتا ہے ویسے ہی قوتِ حیات بھی اپنی نہائی جدوجہد میں لگی ہوتی ہے اور مرض کے دفعیہ کے لئے اس پر دیوانگی کی سی کیفیت طاری ہوتی ہے۔ اگر ایسی حالت میں قوتِ حیات سے دوا کے ذریعہ سے مناسب کام لے لیا جائے تو صرف یہی نہیں کہ تازہ مرض جلد ختم ہوجاتا ہے بلکہ وہ تمام پرانی کیفیت جو اس

تازہ مرض کو وجود میں لانے کی ذمہ دار تھی۔ مکمل طور پر دور کی جاسکتی ہے اور اس تازہ مرض کے خاتمہ کے بعد مریض پورے طور پر تندرست ہو جاتا ہے۔ ایسی مثالیں ہیں ان کیسوں میں بھی مل سکتی ہیں جن کا دوا سے علاج نہیں کیا جاتا بلکہ صرف غذائی پرہیز کیا جاتا ہے۔ اور قوتِ حیات بغیر کسی بیرونی مدد کے خود بخود مرض کا دفعیہ کرتی ہے۔

چنانچہ ثابت ہوا کہ تازہ امراض اندرونی مزمن کیفیت کے نتیجہ کے طور پر پیدا ہوتے ہیں

تازہ امراض بہ نسبت مزمن امراض کے زیادہ شدید ہوتے ہیں۔

تازہ امراض میں یہ امکان بالکل غالب ہوتا ہے کہ مریض پورے طور پر مزمن کیفیت سے بھی شفایاب ہو سکے۔

تازہ امراض میں قوتِ حیات پورے طور پر بیدار ہوتی ہے۔

لیکن مزمن مرض یا کیفیت کی حالت تازہ مرض سے بالکل جدا ہے۔ مزمن حالت میں قوتِ حیات لاپرواہی اختیار کئے ہوتی ہے اور مرض آہستہ آہستہ جونک کی مانند اس سے چمٹا چلا جاتا ہے۔ پرانا مرض آہستہ آہستہ مریض کی بیخ کنی کرتا ہے اور اس میں مریض کی صحت کی طرف واپسی کا قطعاً کوئی امکان نہیں ہوتا بلکہ پرانے مرض کا نتیجہ ہمیشہ بالآخر مریض کا خاتمہ ہی ہوتا ہے۔

لہٰذا ثابت ہوا کہ اگر کسی ذریعہ سے ہم مرض کی مزمن حالت کو حاد حالت میں بدل دیں یا بالفاظِ دیگر ہم قوتِ حیات کو اسی طرح سے بیدار کر دیں جس طرح سے وہ حاد امراض میں خود بخود ہو جاتی ہے تو پرانے مرض کو دُور کیا جاسکتا ہے۔ اور ہومیو پیتھی اودیاتی دنیا کو چیلنج کرتی ہے کہ مزمن حالت کو حاد حالت میں سوائے اصولِ بالمثل کے تبدیل نہیں کیا جاسکتا

یا با الفاظِ دیگر قوتِ حیات کا فطری اور اصلی بحران علاج بالمثل میں ہی ممکن ہے۔ دیگر غیر ہومیوپیتھک طریقہائے علاج صرف بناوٹی اور ناقص بحران پیدا کر سکتے ہیں جس سے کہ جسم اور قوتِ حیات کو بجائے فائدہ کے الٹا نقصان پہنچ جاتا ہے بلکہ ایلوپیتھی نے تو مرض کو جسم کے اندر دبا دینے کا ٹھیکہ لے رکھا ہے جس سے مرض دن بدن پیچیدہ ہوتا چلا جاتا ہے۔ اور اس گندگی سے مریض کا پیمانۂ عمر بہت جلد لبریز ہو جاتا ہے۔

صرف ایک بات اور آپ کے گوش گذار کریں۔ اس کے بعد روزمرہ کی تکالیف کا علاج آپ کی نذر کریں گے اور وہ حقیقت یہ ہے کہ تازہ امراض میں قوتِ حیات کی حالت اس زِگرفتار جانور کی سی ہوتی ہے جو آزاد ہونے کی جدوجہد میں اس قدر پریشان ہو جاتا ہے کہ اکثر اس جدوجہد میں اپنے آپ کو بری طرح زخمی کر لیتا ہے۔ اور بعض اوقات اپنی جان سے بھی ہاتھ دھو بیٹھتا ہے۔ لیکن اگر کوئی صاحبِ عقل اسے اس قید سے نجات دینا چاہے تو کس قدر آسانی کے ساتھ اس کے پھندے مناسب طریقہ سے کاٹ کر اسے آزاد کر سکتا ہے۔ لہٰذا ثابت ہوا کہ قوتِ حیات اپنے آپ کو آزاد تو کرا سکتی ہے مگر اکثر جسم کو بہت کچھ نقصان پہنچانے کے بعد۔ لیکن اگر قوتِ حیات کی جدوجہد کو مناسب لائنوں پر استوار کر دیا جائے تو کم سے کم زحمت اور نقصان اٹھانے پر ہی مقصد حاصل ہو جاتا ہے اور یہی فائدہ درست طریقِ علاج کا ہے۔

اگر ہومیوپیتھک طریقِ علاج عقل کے تمام تر تقاضوں کو پورا کرتا ہے تو غیر ہومیوپیتھک طریقہائے علاج اس عقل سے کورے لال بجھکڑ کی پیروی کرتے ہیں جس نے بکرے کا سر کوٹھے میں سے نکالنے کے لئے پہلے بکرے کی گردن کو الگ کر دیا تھا اور بعد ازاں لوٹا توڑ کر سر کو صحیح

سالم باہر نکال لیا تھا۔

مقدارِ خوراک

مقدار خوراک کچھ زیادہ اہم معاملہ نہیں ہے اگر آپ دو گولیوں کی جگہ پر چار گولیاں اور ایک قطرہ کی جگہ پر دو قطرے مریض کو کھلادیں تو کوئی لمبا چوڑا فرق نہیں پڑے گا۔ البتہ خوراک کی دوہرائی قابلِ توجہ ہے۔ عموماً درج ذیل مقدار دی جاتی ہے۔

گولیوں کی صورت میں	بڑے کے لئے چار گولیاں فی خوراک
	لڑکوں کے لئے ۲ " "
	شیر خوار بچوں کے لئے ۱ گولی " "
قطروں کی صورت میں	بڑے کے لئے ایک قطرہ فی خوراک
	لڑکوں کے لئے نصف " "
	شیر خوار بچوں کے لئے ایک قطرہ میں چار خوراک

خوراک کی دوہرائی

عموماً حاد امراض میں چار خوراک روزانہ (ہر تین یا چار گھنٹہ بعد) دی جاتی ہیں۔ اگر علامات زیادہ شدید ہوں تو خوراک ہر آدھ گھنٹہ یا گھنٹہ بعد دیں۔ آرام آنے پر دوا کی دوہرائی کا وقفہ بڑھا دینا چاہیئے یا بند کر دینی چاہیئے۔

اب ہم روزمرہ کی تکالیف اور ان کی مستند دواؤں کا ذکر کریں گے۔

آنکھوں کی تکالیف

آنکھ میں ریت، مٹی، کنکر وغیرہ کے پڑنے سے تکلیف کا پیدا ہونا۔ ایکونائیٹ 30 دیں (آدھ گھنٹہ بعد دیں)۔ آنکھوں کی سوزش جس میں پپوٹوں کے نیچے ریت کا سا احساس ہو۔ ایکونائیٹ 30۔ آنکھوں پر چوٹ کا لگنا۔ ایکونائیٹ 30۔ اگر چوٹ میں ایکونائیٹ کام نہ کرے تو آرنیکا 30 دیں۔ آنکھوں کی سوزش جس کے ساتھ شدید سر درد ہو اور روشنی بالکل برداشت نہ ہوتی ہو۔ بیلاڈونا 30۔ گکروں کی تکالیف میں ارجنٹم نائیٹریکم 30 دیں۔

آگ سے جلنا

کینتھرس کے لوشن (۵ سے ۸ قطرے مدر ٹنکچر آدھے گلاس پانی میں) ململ کا ٹکڑا بھگو کر زخم پر رکھیں اور لوشن سے کپڑا تر کرتے رہیں۔ کھانے کے لئے کینتھرس 6 تکلیف کی شدت کے مطابق مناسب وقفہ بعد دیں۔ اگر کینتھرس سے جلن کم نہ ہو تو آرسنک البم 30 دیں۔ جل جانے میں بخار بھی ساتھ ساتھ ہو۔ ایکونائیٹ 30۔ اگر پرانے جلے ہوئے زخم دوبارہ عود کر آئیں۔ کاسٹیکم 30 دیں۔

اسہال

دودھ پینے والے بچوں میں اسہال۔ بچہ بہت چڑچڑا اور بے آرام۔ کیمو ملا 30۔ دودھ پینے والے بچوں میں پانی کی مانند اسہال بمعہ بخار۔ فیرم فاس 30۔ سفید رنگ کے کھٹی بو والے پاخانے

کلکیریا کارب 30۔ میٹھا زیادہ کھانے والے بچوں میں پاخانہ خارج ہوتے وقت زرد بعدازاں رنگ بدل کر سبز ہو جائے۔ ارجنٹم نائیٹریکم 30

پاخانہ بے اختیار نکل جائے۔ ایلوز 30

رنگ بدل بدل کر پاخانے آئیں۔ پلسٹلا 30

سخت بدبودار پانی کی طرح بلا درد اسہال۔ پوڈوفائیلم 30

بدہضمی کے پاخانے۔ چائنا 30

پچکاری کی مانند اسہال۔ کروٹن ٹگلیم 30

اپھارہ اور بدبودار اسہال۔ کاربوویج 30

اسہال بمعہ درد۔ کالوسنتھ 30

اعصابی کمزوری

کثرت جماع و احتلام کے نتیجہ کے طور پر ایسڈ فاس Q ۵-۵ قطرے پانی میں ہر غذا کے بعد

کثرت مطالعہ کی وجہ سے دماغی کمزوری۔ ساتھ چڑچڑاپن موجود ہو۔ نکس وامیکا 30

غم کے بداثرات۔ مریض ٹھنڈی آہیں بھرے۔ اگنیشیا 30

کسی حصہ جسم سے خون زیادہ مقدار میں خارج ہو گیا ہو اور اس کے باعث دماغی کمزوری چائنا 30۔ دماغ ہل گیا ہو یا دماغ میں چوٹ لگنے کی وجہ سے کمزوری۔ آرنیکا 30

انفلوئنزہ

حفظ ما تقدم کے لئے انفلوئنزینم 30 یا آرجنٹ البم 30 ایک خوراک روزانہ۔ شروع سے ہی
عام جسمانی نقاہت اور غنودگی۔ پیاس ندارد۔ جلسیمیم 30۔ دردیں جو حرکت سے تیز ہو جائیں
پیاس زیادہ۔ برائی اونیا 30۔ بے چینی۔ بار بار تھوڑی پیاس۔ نقاہت۔ آرسنیکم البم 30

بخار

ہر بخار کے شروع میں اگر گھبراہٹ اور بے چینی پائی جائے۔ ایکونائیٹ 30۔
اگر شروع سے ہی کمزوری اور غنودگی ہو۔ جلسیمیم 30۔
اگر کسی دوا کی بھی علامات صاف نہ ہوں۔ فیرم فاس 30
سر گرم اور پیر ٹھنڈے۔ بیلاڈونا 30
خشکی کی وجہ سے پیاس ندارد اور قبض۔ حرکت پسند نہ کرے۔ برائی اونیا 30۔
گرم سرد ہونے کی وجہ سے بخار۔ تمام جسم خصوصاً کمر میں درد۔ رسٹاکس 30۔
شام کا بخار۔ منہ خشک مگر پیاس ندارد۔ پاسٹلا 30۔

بواسیر

گرم غذاؤں اور گرم دواؤں کی وجہ سے بواسیر۔ نکس وامیکا 30
اگر صبح کو ایک خوراک سلفر 30 اور رات کو ایک خوراک نکس وامیکا 30 دی جائے۔ تو اکثر فائدہ
ہو جاتا ہے۔
اگر مسّے انگور کے گچھے کی مانند باہر نکل آئیں۔ جلن اور کھجلی کو سرد پانی سے آرام۔ ایلوز 30

وضع حمل کے بعد بڑا پیٹ جس میں کا نچ باہر نکل آئے۔ پوڈو فائیلم 30

بدہضمی

زیادہ دماغی کام، جاگنے اور غذا کی بد اعتدالی سے نکس وامیکا 30

ٹھنڈی اشیاء یا برف کے استعمال سے۔ کثرت تمباکو نوشی سے۔ پیٹ میں جلن ہو آرسنک البم 30

پیٹ میں ریاح ناف سے نیچے، ایک لقمہ ہی کھانے سے پیٹ بھرا ہوا معلوم دے۔

لائیکو پوڈیم 30۔

چربیلی اور مرغن غذائیں کھانے سے پلسٹلا 30

رطوبات جسمانی کے زیادہ ضائع ہونے سے تمام پیٹ ہمیشہ ہوا سے بھرا رہے۔ چائنا 30

پیٹ میں ریاح ناف سے اوپر، کھٹی اور متعفن ڈکاریں، سخت بدبودار ریاح خارج ہوں۔

کاربو ویج 30۔

پستانوں کی تکالیف

پستانوں کی سوزش جب کہ حرکت سے تکلیف بہت بڑھ جائے۔ برائی اونیا 30

پستانوں کا پھوڑا جب سرخ اور پُر درد ورم ہو۔ بیلاڈونا 30

اگر پستان پھوڑے کی شکل اختیار کر چکا ہو اور پیپ پڑ چکی ہو۔ چھونا ناقابل برداشت۔

ہیپر سلفر 30۔

پرسوت کا بخار

جب کہ اخراجات بدبودار ہوں۔ نبض کمزور مگر تھرمامیٹر بہت زیادہ بخار ظاہر کرے
تمام جسم میں درد ہیں۔ پائیروجینم 200
شدید بے چینی۔ تھوڑے تھوڑے پانی کی بار بار پیاس۔ نقاہت۔ آرسنک البم 30۔
ہاتھوں اور پیروں کے تلووں میں جلن۔ سلفر 30

پھنسیاں

سُرخ رنگ کی پُر درد پھنسیاں۔ بیلاڈونا 30
پیپ نکالنے کے لئے سلیشیا ×6 دیں۔
ہاتھ پاؤں جلتے ہوں۔ سلفر 30 (صرف ایک خوراک دیں)
صبح نہار منہ ایک خوراک سلفر 30 اور دن میں تین خوراک آرنیکا 30 مسلسل دینے سے
پھنسیاں نکلنا موقوف ہو جاتی ہیں۔

پھوڑا

پیپ پڑنے سے قبل سُرخ رنگ کا پُر درد پھوڑا۔ بیلاڈونا 30
اگر مواد نہ پڑا ہو، اور مقام ماؤف از حد ذکی الحس ہو کہ کپڑا چھونا بھی برداشت نہ ہو تو
ہیپر سلفر 200 کی ایک دو خوراکیں ورم کو تحلیل کر دیں گی۔

پیپ پڑ چکی ہو اور ذکی الحس ہو۔ ہیپر سلفر 6 یا 30

پیپ خارج کرنے کے لئے سلیشیا 6x بھی استعمال ہوتا ہے۔

زخم خشک کرنے کے لئے سلیشیا 200 صرف ایک خوراک،

پیٹ کے کیڑے

بچہ مٹی کھاتا ہو۔ پاخانے کھٹی بُو والے۔ بچہ پلپلا اور موٹا۔ کلکیریا کارب 30

کھٹی بُو والے زرد رنگ کے پاخانے۔ نیٹرم فاس 6 یا 30

بچہ بھینگا۔ روزمرہ کی دوا کے طور پر سائنا 30

مقعد میں تکلیف دہ خارش۔ کھانے پینے کے باوجود بچہ دبلا پتلا اور کمزور۔ سانس میں بدبو۔ منہ سے رال بہے۔ مرک سال 30 یا 6۔

پیچش

بطور روزمرہ کی دوا کے۔ بَرجی 0 یا 2

آؤں اور خون زیادہ اور مروڑ دیر تک ہے۔ مرکیورس سال 30

مریض پیٹ کو دبائے۔ کالوسنتھ 30

پاخانے کے بعد فوراً افاقہ۔ نکس وامیکا 30

پرانی بار بار واقع ہونے والی پیچش۔ سلفر 30

مرغن اشیاء کے کھانے پینے سے پیچش۔ منہ کا ذائقہ کڑوا۔ پیاس ندارد۔ آؤں اور

خون۔ پلپسٹلا 30۔

پیشاب کا بند ہو جانا

تازہ پیدا شدہ بچہ کا پیشاب بند ہو جانا۔ ایکونائیٹ 30

وضع حمل کے بعد عورت کا پیشاب بند ہو جانا۔ کاسٹیکم 30

گرم دواؤں کے استعمال سے پیشاب کی بندش۔ نکس وامیکا 30

ڈر کی وجہ سے پیشاب بند ہو جانا۔ ایکونائیٹ 30

تیز بخاروں میں پیشاب بند ہو جانا۔ فیرم فاس 30

پیشاب جل کر آنا

بار بار قطرہ قطرہ پیشاب شدید جل کر آئے۔ کینتھرس 30

گرم دواؤں۔ شراب نوشی۔ چائے وغیرہ کے بداثرات۔ نکس وامیکا 30

شدید بے چینی۔ بار بار پیاس اور پیشاب جلن کے ساتھ۔ آرسنک البم 30

تپ محرقہ

اس کا علاج ہومیوپیتھک ڈاکٹروں کی نگرانی میں ہونا چاہیے۔

پیاس زیادہ۔ قبض۔ چپ چاپ لیٹے رہنا۔ زبان سفید۔ برائی اونیا 30

بخار کے شروع میں اگر غنودگی ہو مگر پیاس نہ ہو۔ جلسیمیم 30

تمام جسم میں دردیں۔ بے چینی۔ خصوصاً کمر درد۔ رسٹاکس 30

غنودگی۔ ہذیان۔ بدبودار اخراجات بپٹیشیا 30

کمزوری بہت زیادہ۔ گھونٹ گھونٹ باربار پیاس۔ بے چینی۔ آرسنک البم 30

جب بخار ۱۰۵ سے بھی تجاوز کر جائے اور سستی کیفیت پیدا ہونے لگے۔ پائیروجینم 200 صرف ایک خوراک۔

کمزوری زیادہ۔ بخار تیز۔ غنودگی۔ مریض صرف جگانے پر ہوش میں آئے۔ فاسفورک ایسڈ 30۔

تشنج (بچوں میں)

خصوصاً موٹے تازے بچوں میں تشنج۔ بیلاڈونا 30

دانت نکلنے کا زمانہ ہو تو معمولی حالت میں اگنیشیا 30

اگر شدید قسم کے دورے پڑیں اور بچہ چیخ اٹھتا ہو۔ کیمو ملا 30

پیٹ میں کیڑے ہوں اور تشنج سائنا۔ 30

جریان منی، کمزوری باہ، احتلام

اس تکلیف کا علاج ہومیوپیتھک معالج کی نگرانی میں ہونا چاہیئے۔

عام کمزوری کے لئے اگر تازہ ہو۔ چائنا 30

اگر دیرینہ ہو تو ایسڈ فاس Q ۵ قطرے پانی میں ہر غذا کے بعد دیں۔

مُشت زنی کے بداثرات تمام جسم مع دماغ مفلوج ۔ ہاتھ پاؤں کانپیں جلیسیم 30 یا 200
مُشت زنی اور معدہ کی خرابی ۔ شراب وکباب کے بداثرات ۔ مزاج چڑچڑا ۔ نکس وامیکا 30۔
معمر آدمیوں میں مکمل نامردی ۔ لائیکوپوڈیم 200 ۔ C.M

جگر کی تکالیف

جگر میں درد مگر مریض جگر والی جانب لیٹے ۔ برائی اونیا 30
بکثرت پسینے اور جگر کی تکالیف ۔ مرکیورس سال 30
غذائی اور ادویاتی بدپرہیزیوں کے بدنتائج ۔ چڑچڑا مریض ۔ نکس وامیکا 30
یرقانی علامات ۔ جگر کے مقام کو ہر وقت ملتا رہے ۔ صبح کو بلا درد اسہال ۔ پوڈوفائیم 30
جگر کی پرانی تکالیف ۔ تھوڑا کھانے سے معدہ بالکل بھرا معلوم ہو ۔ کمر کے گرد جیسے ڈوری کس کر باندھی گئی ہو ۔ لائیکوپوڈیم 30
بچوں میں یرقان ۔ بچے متلون مزاج ۔ کیموملا 30

جلدی بیماریاں

سیاہ رنگ کی جلد ۔ کھجلی اور جلن ۔ آرسنک البم 30
کھجلانے کے بعد جلن ۔ رات کو کھجلی زیادہ ۔ ہاتھ پاؤں جلیں ۔ سلفر 30
آبلے دار ابھاریں جن سے تیزابی پانی نکلے ۔ رسٹاکس 30

پیپ دار پھنسیاں جیسے چیچک کے دانے ہوں۔ اینٹی مونیم ٹارٹ 30

ابھاریں بہت پُر جس۔ معمولی زخم میں جلد پیپ پڑ جائے۔ ہیپر سلفر 30

چوٹ اور زخم

چوٹ لگنے پر اندرونی طور پر دکھن اور درد زیادہ ہو۔ آرنیکا 30

اگر شدید بے چینی اور بخار واقع ہو۔ ایکونائیٹ 30

جب اعصاب کچلے جائیں۔ ہاتھ یا پاؤں کی اُنگلی پر ہتھوڑا لگ جائے۔ ہائپریکم 30

اگر موچ آگئی ہو تو آرنیکا اور رسٹاکس باری باری دیں۔

زخموں کے لئے بیرونی طور پر کیلنڈولا کے لوشن (ایک حصہ کیلنڈولا اور چھ حصہ پانی) میں گدی بھگو کر استعمال کریں۔ گدی تر رکھیں، خون بند ہو جائے گا۔

زیادہ خون نکل جانے پر کمزوری کے لئے چائنا 30

نوکدار آلات سے زخم مثلاً کیل پاؤں میں گھس جائے۔ لیڈم پال 30

اگر سوئی یا کانٹا جسم کے اندر ٹوٹ کر رہ جائے تو سلیشیا 30 دیں

چھپاکی

چھپاکی کی ابھاروں میں ڈنگ دار دردیں اور گرمی سے تکلیف کا بڑھنا۔ ایپس میلیفیکا 30

جوڑوں اور کمر کی دردیں اور چھپاکی۔ رسٹاکس 30

حیض کی خرابی اور چھپاکی پلسٹلا 30

چھپاکی میں جلن۔ بے چینی۔ گرمی سے آرام۔ آرسنک البم 30

چھپاکی۔ ہاتھ پاؤں جلیں۔ سلفر 30

چیچک

روزمرہ کی دوا کے طور پر۔ اینٹی مونیم ٹارٹ 30

چھاتی کی دردیں۔ کھانسی۔ پیاس زیادہ حرکت سے تکلیف۔ برائی اونیا 30

گلے کے غدود سوج جائیں۔ منہ سے رال بہت آئے۔ مرکیورس سال 30

چہرے اور پپوٹوں پر سوجن جیسے شہد کی مکھی نے کاٹ لیا ہو۔ ایپس میلیفیکا 30

سیاہ خونی چیچک۔ نقاہت۔ گھونٹ گھونٹ بار بار پانی پئے۔ آرسنک البم 30

دانے دب جائیں۔ مریض ٹھنڈا ہو جائے اور قوت حیات جواب دینے لگے۔ کیمفر 30

جب دوائیں کام کرتے کرتے رُک جائیں تو ایک خوراک سلفر ... کی دے کر پھر پہلی دوا جاری کریں۔

حمل کے دوران کی تکالیف

متلی اور قے کے لئے سب سے پہلے اپی کاک 30 دیں۔

قبض اور صبح کے وقت متلی زیادہ ہو۔ نکس وامیکا 30

حاملہ کو تھوک بکثرت آتا ہو۔ نیٹرم میور 30

مٹی کھانے کی خواہش۔ کلکیریا کارب 30

حیض کا درد کے ساتھ آنا

پُر درد حیض کے وقت کالاسفتہ 30 ہر آدھ گھنٹہ بعد دیں۔

خون کا رنگ سیاہ۔ شدید دردیں۔ نرم مزاج۔ گرم کمرے میں تکلیف بڑھے۔ پلسٹلا 30

چہرہ سُرخ۔ دردیں یکدم شروع ہو کر یکدم ختم ہو جائیں۔ نیچے کی طرف دباؤ۔ بیلاڈونا 30

حیض کی بندش

اس مرض کا علاج ہومیوپیتھک معالج کے ماتحت ہونا چاہیئے۔

پاؤں بھیگنے سے بندشِ حیض پلسٹلا 30

موٹی تازی عورتیں۔ پاؤں ٹھنڈے اور نیند زیادہ۔ میٹھی کھانے کی خواہش۔ کلکیریا کارب 30

حیض کی بجائے نکسیر (عوضی حیض) برائی اونیا 30

حیض کی جگہ خون تھوکنا یا خونی قے۔ دراز قامت دُبلی پتلی عورتیں۔ فاسفورس 30

سرد خشک ہوا یا خوف و ڈر سے حیض بند ہو جائے۔ ایکونائیٹ 30

حیض بند ہونے سے سر کی طرف اجتماعِ خون۔ آنکھیں سُرخ۔ اعضائے تناسلی میں بھراؤ اور نیچے کی طرف دباؤ۔ بیلاڈونا 30

حیض کی کثرت

اس مرض کا علاج ہومیوپیتھک معالج کے ماتحت ہونا چاہیئے۔

سُرخ چمکدار خون بکثرت۔ متلی۔ اپی کاک 30

سرخ چمکدار خون اور موت کا خوف طاری ہو۔ ایکونائیٹ 30

حیض مقررہ ایام سے قبل۔ بکثرت۔ مریضہ موٹی۔ پاؤں ٹھنڈے۔ کلکیریا کارب 30

حیض مقررہ ایام سے قبل۔ بکثرت۔ قبض۔ مریضہ چڑچڑی۔ نکس وامیکا 30

خون سیاہ اور جما ہوا۔ اخراج سے نقاہت اور کانوں میں آوازیں۔ چائنا 30

دُبلی پتلی لمبے قد والی خوبصورت عورتیں۔ حیض بکثرت۔ پشت پر دونوں کندھوں کے درمیان جلن۔ فاسفورس 30

خسرہ

شروع سے آخر تک بطور روزمرہ کی دوا کے فیرم فاس 6x یا 30 دیں

غنودگی کی حالت میں جلسیمیم 30

ہذیان، تیز بخار۔ سر گرم۔ پاؤں ٹھنڈے۔ بیلاڈونا 30

دانے دب جائیں، چھاتی میں دردیں اور کھانسی۔ برائی اونیا 30

حفظ ماتقدم کے طور پر پلسٹلا 30 صبح شام ایک خوراک دیں

آنکھیں سوجی ہوئی اور سُرخ۔ خراشدار پانی چلے۔ یوفریزیا 30

خونی اور سیاہ خسرہ۔ بے چینی، پیاس اور شدید کمزوری۔ آرسنک البم 30

دانت درد

مضبوط دانتوں میں درد۔ ایکونائیٹ × 2

مسوڑھے کا پھوڑا اور دانت درد۔ مرکیورس سال 30

دانت نکلوانے کے بعد درد اور خون روکنے کے لئے آرنیکا 3

دانت نکالنا

دانت نکالنے کی جملہ تکالیف یعنی دست، بخار وغیرہ جب کہ بچہ بہت بے چین اور چڑچڑا ہو۔ کیموملا 30

سر گرم اور پاؤں ٹھنڈے۔ سوتے سوتے چونک اٹھے۔ بیلاڈونا 30

موٹے پلپلے بچے۔ سر پر پسینہ بہت آئے۔ سفید کھٹی بُو والے پاخانے۔ کلکیریا کارب 30

پتلی ہستے اور سبز رنگ کے دست۔ اپی کاک 30

بچے مٹی کھائیں: کلکیریا کارب 30

دمہ

اس مرض کا علاج باقاعدہ ہومیوپیتھک معالج کی نگرانی میں ہونا چاہیے۔

عموماً دمہ کے دورہ کے وقت اپی کاک 6 ہر آدھ گھنٹہ بعد دیں۔

اگر دمہ کا دورہ آدھی رات کے بعد شروع ہو اور مریض لیٹ نہ سکے۔ آرسنک البم 30

ہاضمہ کی خرابیوں کے سلسلہ میں جب کہ مریض نے منشیات مثلاً چائے۔ تمباکو وغیرہ کا بکثرت استعمال کیا ہو۔ نکس وامیکا 30

بلغم خارج کرنے کے لئے اینٹی مونیم ٹارٹ 30

بچوں میں نیٹرم سلف 200 صرف ایک خوراک دیں (دورہ میں نہ دیں)

ذیابیطس

یہ مرض مزاجی ہے اور اس کا علاج ہومیوپیتھک معالج کے ماتحت ہونا چاہیئے عام طور پر فاسفورک ایسڈ 30 سے 30 اور بلند طاقتیں کافی فائدہ پہنچاتی ہیں۔ بشرطیکہ کثرت سے جماع کیا گیا ہو۔ پیشاب دودھیا۔ مریض انتہائی مایوس۔ رات کو کئی مرتبہ اٹھ کر پیشاب کرنا پڑے۔

سلی مزاج والے مریض جن کو پیشاب میں شکر آتی ہو۔ فاسفورس 30

مریض میٹھی اشیاء کا بہت شوقین، پیٹ میں ریاح۔ ارجنٹم نائیٹریکم 30

ریاح کا ہونا

اگر ریاح شدید بدبودار ہوں۔ کاربوویج 3x سے 30 اور بلند طاقتیں

اگر ڈکاروں سے قطعاً آرام نہ آئے اور ناف میں آوازیں پیدا ہوں چائنا 30

ناف سے نیچے ریاح کا ہونا۔ دو چار لقموں سے پیٹ بھر جائے۔ لائیکوپوڈیم 30

ہسٹیریا والی عورتوں میں گلے میں ہوا کا گولہ اٹھ کر جانا۔ اگنیشیا 30

مصالحہ دار غذاؤں کا کثرت سے استعمال ۔ یونانی اور ایلوپیتھک دوائیں کھاتے رہنا، مزاج چڑچڑا ۔ ریاح ۔ نکس وامیکا 30

مریض میٹھی چیزوں کا دیوانہ ۔ بلند آواز ڈکاریں ۔ ارجنٹم نائیٹریکم 30

مرغن اشیاء کھانے کے بعد ریاح ۔ پلسٹلا 30

زکام، نزلہ

زکام کے شروع ہونے پر ایکونائیٹ 30 فیرم فاس 30 ہر گھنٹہ بعد دو چار خوراک دیں۔

بند زکام کے لئے غیر ہومیوپیتھک دواؤں کے استعمال سے بندش یا ویسے نکس وامیکا 30

اگر آنکھوں سے زیادہ پانی خارج ہو ۔ یوفریزیا 30

ناک میں جلن ۔ پتلا زکام ۔ آرسنک البم 30

جب گلا متاثر ہو جائے ۔ مرکیورس سال 30

زکام پکنے پر جب بلغم کا رنگ پیلا ہو جائے ۔ پلسٹلا 30

زکام اور کھانسی کے بیک وقت موجود ہونے پر آرسنک البم اور بیلاڈونا باری باری استعمال کرا سکتے ہیں۔

زہریلے جانوروں کا کاٹنا

شہد کی مکھی اور بھڑ وغیرہ کے کاٹنے پر ۔ ایپس میلی فیکا 30

اگر بے چینی زیادہ ہو اور گرم ٹکور سے آرام معلوم دے۔ آرسنک البم 30

مچھر، پسّو اور ننھے کیڑوں کے کاٹنے میں۔ لیڈم پال 30 کھانے کو دیں اور لیڈم خارجی طور پر لگائیں۔

بچھو کاٹے میں آرسنک البم 30 دیں اور ارٹیکا Q اوپر لگائیں۔

انگلی کے سرے پر گہری یا چوہے وغیرہ کے کاٹنے پر ہائپریکم 30 دیں۔ اگر مقام ماؤف سے درد یں آگے چلتی معلوم ہوں تو بھی ہائپریکم مفید ہے۔

سر درد

اگر نزلہ یا زکام کے بند ہونے کی وجہ سے ہو۔ نکس وامیکا 30

سر درد، ماتھے میں زیادہ، آنکھیں سرخ اور درد کریں۔ بیلاڈونا 30

سر درد جو ۱۰ بجے صبح کے لگ بھگ شروع ہو۔ نیٹرم میور 30

چلنے پھرنے یا سر کو ہلانے سے تکلیف۔ دباؤ سے آرام۔ برائی اونیا 30

سر درد کے ساتھ شدید متلی اور قے۔ اپی کاک 30

سوزاک

ابتدائی حالت میں جیسے ہی تکلیف محسوس ہو۔ ایکونائیٹ 30 ہر دو گھنٹے بعد دیں

اگر ایکونائیٹ سے فائدہ نہ ہو تو کینابس سٹائیوا 6 دیں

قطرہ قطرہ جلن دار پیشاب کینتھرس 30

زرد رنگ کا گاڑھا مواد خارج ہو، پلسٹلا 200 یا 1000 صرف ایک خوراک دیں

پرانا سوزاک۔ ہاتھ پاؤں اور پیشاب کی نالی میں جلن ہو۔ سلفر 30

اگر آتشکی مادہ بھی ہو اور مواد سبز رنگ کا نکلے۔ مرک سال 30

عام جسمانی کمزوری

اگر خون زیادہ نکل جانے کی وجہ سے ہو۔ چائنا 3

اعصابی کمزوری جو مستقل غم۔ دماغی کام یا کثرت جماع کی وجہ سے ہو۔ ایلیڈ فاس 30
یا ایلیڈ فاسں Q ۵ قطرے آدھ گلاس پانی میں ہر غذا کے بعد۔

غدودوں کا سُوجنا

سرخ اور نہایت پُر درد غدود (تازہ سوجنیں) بیلاڈونا 3

گلے کے غدودوں کا سوجنا جب کہ منہ سے بہت پانی آئے۔ مرکیورس سال 30

غدودوں میں پیپ پڑنا۔ پہلے سلیشیا x 6 سے پیپ نکالیں۔ بعد ازاں سلیشیا 200
1000 ایک خوراک دیں۔

مریض موٹا۔ خنازیری غدود۔ سر پہ بکثرت پسینہ۔ کلکیریا کارب ■

خنازیری غدود۔ ہاتھ پاؤں اور سر کی چوٹی میں جلن۔ سلفر 30

قبض

بار بار پاخانہ کی حاجت مگر قلیل پاخانہ خارج ہو۔ نکس وامیکا 30

جلاب آور دواؤں کے بعد قبض۔ نکس وامیکا 30

پیاس زیادہ۔ منہ خشک۔ پاخانہ خشک۔ برائی اونیا 30

بچوں کی قبض میں عموماً برائی اونیا 30 استعمال کریں

اگر قبض مستقل رہنے لگا ہو اور نکس سے کام نہ چلے تو صبح نہار منہ سلفر 30 کی ایک خوراک اور دن میں نکس 30 کی تین خوراک دینے سے قبض رفع ہو جاتا ہے

قولنج

درد میں پیٹ کو دبانا پڑے۔ درد اور اسہال۔ کالوسنتھ 6 یا 30

بچوں کے قولنج میں کیموملا 30 اور بیلاڈونا 30 باری باری دیں

ثقیل غذاؤں اور غیر ہومیوپیتھک دواؤں سے استعمال کی وجہ سے قولنج۔ بار بار پاخانہ کی حاجت۔ نکس وامیکا 30

قے

بچوں میں دودھ کی قے اور کمزوری۔ ایتھوزا 30

عام کیسوں میں خواہ بچہ ہو یا بڑا۔ اپی کاک 30

بہت بڑی قے اور بہت بڑے دست اکٹھے واقع ہوں (ہیضہ) وریٹرم البم 30

بچہ دودھ پینے کے بعد فوراً قے کر دے۔ ترش قے۔ کلکیریا کارب 30

ٹھنڈے پانی کی شدید پیاس۔ مگر پانی جب معدہ میں جا کر گرم ہو تو قے آجائے۔

فاسفورس 30۔

کالی کھانسی

کھانستے کھانستے بچے کا چہرہ سُرخ ہو جائے۔ بیلا ڈونا 30

جب کہ چھاتی میں بلغم بہت ہو اور بچہ گھگیاتا ہو۔ اپی کاک 30

کانچ نکلنا

چڑچڑا اور اعصابی مزاج۔ پاخانہ کے بعد کانچ نکلے۔ اگنیشیا 30

زرد رنگ کے اسہال۔ ہر پاخانہ کے ساتھ کانچ نکلے۔ پوڈو فائیلم 30

کان کا درد

بچوں کے کان درد میں روزمرہ کے طور پر پلسٹلا 30

چڑچڑے بچوں میں کان درد۔ کیمو ملا 30

کان درد جب کہ درد رات کو بڑھ جائے۔ مرکیورس سال 30

گکرے

اپی کاک Q $\frac{8}{10}$ قطرے ایک اونس آب مقطر میں ملا کر دن میں $\frac{3}{4}$ مرتبہ آنکھوں میں ڈالیں

اندرونی طور پر کھانے کے لئے اگر تازہ کیس ہو۔ ایکونائیٹ 30
پرانے کیس۔ ارجنٹم نائیٹریکم 1000 ایک خوراک ہر پندرہ روز بعد

کمر درد

وزن اٹھانے سے کمر درد ہو جائے آرنیکا 30 اور فیرم فاس 30 باری باری استعمال کریں۔
بھیگنے یا گرم سرد ہونے پر کمر درد۔ بیٹھنے پر درد زیادہ چلنے پھرنے میں افاقہ۔ رسٹاکس 30
ذرا سی حرکت سے درد شدید ہو جائے۔ سکون سے لیٹنے میں افاقہ۔ برائی اونیا 30

کن پیڑے

اگر منہ خشک ہو۔ فیرم فاس 30 یا بیلاڈونا 30
اگر منہ سے رال بہتی ہو۔ مرکیورس سال 30
کن پیڑے دب جائیں اور خصیے ورم کر آئیں۔ پلسٹلا 30

کھانسی

گلے پھولے ہوئے اور خشک کھانسی۔ بیلاڈونا 30
گلے پھولے ہوئے اور رال بہے۔ مرکیورس سال 30
کھانسی خشک اور چھاتی درد کرے۔ برائی اونیا 30
خشک کھانسی جو برائی اونیا سے ٹھیک نہ ہو۔ فاسفورس 30

صبح کے وقت کھانسی زیادہ۔ نکس وامیکا 30

بچوں کی کھانسی۔ بلغم چھاتی میں پورے اور بچہ گھگیاتا ہو۔ اپی کاک 30

خشک کھانسی۔ آدھی رات کے بعد تکلیف زیادہ۔ آرسنک البم 30

کھانسنے سے ہر بار پیشاب خطا ہو جائے۔ ٹھنڈے پانی سے کھانسی رک جائے۔ کاسٹیکم 30

کیل، مہاسے

مزاج گرم۔ ہاتھ پاؤں میں جلن اور کیل نکلنا۔ سلفر 30

عورتوں میں ماہواری کی خرابی کے ساتھ کیل نکلنا پلسٹلا 30

سرخ رنگ کی چہرے کی پھنسیاں۔ بیلاڈونا 30

گلے پڑنا

دائیں طرف گلے کی زیادہ سوزش۔ منہ خشک۔ بیلاڈونا 30

منہ سے رال بہے۔ مرکیورس سال 30

پرانے کیسوں میں ہیپر سلفر کارب 30 یا 200

گلا بیٹھنا

آواز کے زیادہ استعمال سے گلا بیٹھ جائے۔ آرنیکا 30

سردی لگنے یا نزلہ وزکام یا موسم کی تبدیلی سے آواز یکایک بند ہو جائے۔ کاسٹیکم 30

شام کے وقت گلا بیٹھنا۔ مرطوب موسم میں تکلیف زیادہ۔ کاربو ویج 30

گلے کی سوزش اور دکھن کے ساتھ آواز بھاری۔ فیرم فاس 30

گوہانجی

ہر قسم کی گوہانجی میں پلسٹلا 30 ایک مجرّب دوا ہے۔

اگر خون خراب ہو گیا ہو اور بار بار دانے نکلتے ہوں۔ درد زیادہ۔ ہیپر سلفر 30

بار بار گوہانجیاں نکلنے کے لئے سیلیشیا 30 بھی استعمال ہوتا ہے۔

لنگڑی کا درد

دائیں ٹانگ میں تازہ دردیں۔ کالو سنتھ 30

کمر درد اور ٹانگ کا مشترکہ درد۔ گرم سرد ہونا۔ رسٹاکس 30

دردیں یکدم شروع ہوں اور یکدم ختم ہوں۔ پاؤں لٹکانے رکھنے سے آرام۔ بیلاڈونا 30

قبض۔ زیادہ بیٹھے رہنے والے اشخاص مثلاً کلرک۔ نکس وامیکا 30

سرد ہوا لگ جانے سے درد اور بخار۔ شدید بے چینی۔ اکونائیٹ 30

لُو لگنا، سن سٹروک

سن سٹروک کی نمبر ایک دوا۔ گلونائین 30 (ہر دس یا پندرہ منٹ بعد پانی میں دیں)

چہرہ سرخ۔ آنکھیں سُرخ اور غنودگی۔ بیلاڈونا 30

مریض بہت بے آرام، موت کا خوف۔ ایکونائیٹ 30

نیٹرم میور 30 یا 6x ٹونگ جانے میں اکسیر کا کام کرتا ہے۔ اگر ہذیانی کیفیت شروع ہو جائے

تو کالی فاس 30 کے ساتھ باری باری سے دیں۔

مرگی

باقاعدہ علاج کے لئے ہومیوپیتھک معالج سے رجوع کریں۔

مرض کے دورہ میں بیلاڈونا 30 جب کہ چہرہ سرخ، سر گرم اور پاؤں ٹھنڈے ہوں۔

مرگی کے دورے نئے چاند پر، سلیشیا 30

چڑچڑے مریض جو بدہضمی اور قبض کا شکار ہوں، نکس وامیکا 30

مسوڑھوں سے پیپ آنا

مرکیورس سال 6 اور بلند طاقتیں استعمال کریں۔

مسوڑھے کا پھوڑا

ابتدائی سوزشی درد۔ بیلاڈونا 30

منہ سے رال بہے، بدبودار سانس۔ مرکیورس سال 30

مسوڑھے میں پیپ بننے کا امکان نظر آئے، ہیپر سلفر 30

معدہ کی تکالیف

شراب، کباب، چٹ پٹی غذاؤں، تمباکو چبانے وغیرہ کے بداثرات۔ نکس وامیکا 30

پیٹ میں بہت ریاح۔ بدبودار ریاح خارج ہوں کاربوویج 30

مرغن غذاؤں کے بعد معدہ کی خرابی۔ پلسٹلا 30

میٹھی چیزوں کی خواہش اور پھر ان سے تکلیف بڑھنا۔ ارجنٹم نائیٹریکم 30

ملیریا بخار

بطور روزمرہ کی دوا کے اپی کاک 30 (جب کسی دوا کی علامات نہ ملیں تو اس کو ہمیشہ استعمال کریں) ۸ بجے صبح سردی سے بخار چڑھے۔ قبض اور سر درد ہو۔ نیٹرم میور 30 (دورہ کے دوران میں اس دوا کو ہرگز ہرگز نہ دیں بلکہ دورہ ختم ہونے پر دیں)

بعد دوپہر یا آدھی رات کے بعد بخار کا ہونا۔ شدید بے چینی۔ آرسنک البم 30

۴ بجے شام کا بخار ہونا۔ پیاس ندارد۔ پلسٹلا 30

منہ کے چھالے

بچوں میں۔ بوریکس 30

اگر رال بہت بہے۔ مرکیورس سال 30

موچ آنا

موچ کے شروع میں آرنیکا 3 یا 30 فیرم فاس 30
موچ کے پرانے اثرات اگر آرنیکا کام نہ کرے۔ رسٹاکس 30

نکسیر

فیرم فاس 30 یا 200
اگر زیادہ نکسیر آنے سے کمزوری واقع ہو جائے اچائنا 30

نمونیہ

سرد ہوا لگنے سے شدید حملہ، بے چینی، خوف۔ ایکونائیٹ 30
دائیں طرف نمونیہ جب کہ مریض اسی طرف لیٹے۔ برائی اونیا 30
اکثر برائی اونیا 30 اور فاسفورس 30 باری باری دینے سے بچوں اور بڑوں کے نمونیہ کے کیس ٹھیک ہو جاتے ہیں۔
چھاتی میں بلغم بھری ہو۔ مگر کمزوری کی وجہ سے مریض خارج نہ کر سکے۔ اینٹی مونیم ٹارٹ 30

نیند کا نہ آنا

تھکان کی وجہ سے نیند نہ آئے۔ آرنیکا 30

چائے تمباکو وغیرہ کے کثرت استعمال کی وجہ سے نیند نہ آئے۔ نکس وامیکا 30

وضع حمل اور اس کے بعد کی دردیں

وضع حمل کو تیز کرنے کے لئے کالی فاس 6x ۱/۱۰ گولیاں ہر ۱۵ منٹ بعد دیں۔ وضع حمل کے بعد کی دردوں کے لئے آرنیکا 30

ہچکی

نکس وامیکا 30

ہیضہ

ہر کیس کے شروع میں کیمفر Q ہر ۱۰ منٹ بعد شوگر میں دیں

قے اور دست بہت زیادہ۔ پیاس زیادہ وریٹرام البم 30

تشنج زیادہ ہو جائیں۔ کیوپرم میٹلیکم 30۔

ختم

کامیاب پریکٹس کے لیے

ڈاکٹر عابد حسین صاحب کی دیگر تصانیف

ہومیو پیتھی کی پہلی کتاب

(ابتدائی معلومات اور فلسفہ)

کینٹ ہومیو پیتھک گائیڈ

(علاج الامراض)

کینٹ ہومیو پیتھک پاکٹ میٹریا میڈیکا

(خواص الادویہ)

ہومیو پیتھی کے راز

(فلسفہ انتہائی دلچسپ پیرایہ میں)

ریلیشن شپ آف ہومیو پیتھک ڈرگس (انگلش)

(تعلقات الادویہ)

ملنے کا پتہ

کامیاب پریکٹس کے لیے
ڈاکٹر عابد حسین صاحب کی دیگر تصانیف

ہومیوپیتھی کی پہلی کتاب
(ابتدائی معلومات اور فلسفہ)

کینٹ ہومیوپیتھک گائیڈ
(علاج الامراض)

کینٹ ہومیوپیتھک پاکٹ میٹریا میڈیکا
(خواص الادویہ)

ہومیوپیتھی کے راز
(فلسفہ انتہائی دلچسپ پیرایہ میں)

ریلیشن شپ آف ہومیوپیتھک ڈرگس (انگلش)
(تعلقات الادویہ)